

آؤ لو گو کیہین نور خدا پاؤ گے بہ بوہتین طور متلی کتابیاہنے

ریو یو اور نوٹ

دنیکے مذہب پر

نمبر

بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۰۴ء

جلد ۳

فہرست مضامین

روح القدس ۲۲۱-۲۲۹	عیسوی مذہب کی اشاعتیں کا بیان ۲۴۲
خدا کی سستی ۲۳۰-۲۴۲	ریو یو اور نوٹ ۲۵۱-۲۵۶
قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ جولائی سنہ ۱۹۰۴ء کو شائع ہوا۔ چند سالانہ اردو پریس عمار	

تفسیر سورہ جمعہ

تو فرقان ہے جو سب نور و نہی اجلا نکلا + پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
یا الہی تیرا فرقان ہے کہ اک عالم ہے + جو ضروری تھا وہ سب اسمیں ہوا نکلا
سچا چنانچہ ساری کائناتیں کھین + مئے عرفان کا یہی ایک شیشہ نکلا
کس اس نور کی ممکن ہو جہانیں نشیہ + وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں کیا نکلا

اعلان

مجھے اس رسالہ کے متعلق کچھ کہنے کی خصوصاً احمدی جماعت کو ترغیب خریداری کیلئے مطلق ضرورت
نہیں کیونکہ بعض بفضل خداوند کریم و طفیل سیدنا جناب حضرت مسیح موعود و موعودہ من اللہ الاحد والحمد
قرآن کریم کی عظمت اور اسکو سمجھ کر پڑھنے کی ضرورت اور فائدے کو ایک حد تک بخوبی سمجھنے لگی ہو مجھے
انکی خدمت میں صرف اتنا ہی عرض کر دینا ہے کہ اہل تو یہ کلام پاک حضرت خداوند احدیت ہی دوم اسکا
مفسر اپنے پائے کا وہ بے نظیر شخص ہو جسکی علمی قابلیت علمی خصوصیت احمدی جماعت کے علاوہ مخالف
ہندوستان میں بلکہ اکثر بلاد غیر میں بھی مسلم ہے۔ سو کم یہ سورہ پاک جسکی تفسیر کا اعلان آپکو رو بہ رو
کلام خداوند کریم۔ الرحمن۔ الرحیم کا وہ عجیب و غریب حصہ ہو جسکا پڑھنا سمجھنا سمجھا نا ہر ایک یوں کی زندگی
کا پہلا فرض معلوم ہوتا ہے خود مفسر موصوف (خدا کی لاکھ لاکھ جنتیں انکے شامل حال ہوں) نے اس
سورہ مبارک کی تفسیر کرتے ہوئے بڑے درودل سے جو کچھ فرمایا ہے وہ آپ تفسیر ہی میں ملاحظہ فرمائیں گے اسکے
بعد خدا تعالیٰ کے فضل سے اگر آپ کا دل رقت اور جوش سے گواہی دے سکے اور اس بات کی ضرورت
محسوس ہو کہ اس کی اشاعت کی ملک میں بیک ضرورت ہے تو آپ کیا یہ سب اہم فرض ہونا چاہیے کہ جبکہ
آپ کے ہوسکو خواہ خود خرید کر خواہ ترغیب دیکر خواہ اعلان کر کے اپنی تمام دوستوں ملاقاتیوں رشتہ داروں
غریبوں وغیرہ کے ہاتھ اسکی ایک ایک کاپی پہنچا دیں۔ والسلام۔ وعلینا الالبلاء +
قیمت لمیٹڈ مقدار حسب ذیل ہے

ایک جلد ۴۰۰۔ ایک جلد خریدار کو معہ محصول اکٹرا وغیرہ۔ ۵۰ روپے۔ ۵ روپے بھینچنے چاہئیں۔
پانچ جلد ۲۰۰۔ بذریعہ ویلیو پیس ایل پارسل روانہ ہونگی۔
دس جلد ۱۰۰۔
پچیس جلد ۵۰۔

درخواستیں پتہ ذیل پر آنی چاہئیں

حکیم محمد حسین قریشی۔ کارخانہ رفیق الصحت حویلی کابلی مل لاہور

ہیں جو صاحب مدوح نے دئے ہیں۔ قیمت ۲۰۰ درخواستیں حکیم فضل دین صاحب کے نام آنی چاہئیں۔

رسالہ ابطال اوجھت مسیح موعود نوی درالدین صاحب شائع ہوا۔۔۔۔۔ اس سلائیں ایک عیسائی کے تین سوالوں کے جواب میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی سؤلہ الکریم

روح القدس

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ روح القدس مقربین الہی میں ہمیشہ رہتا ہے اور ان سے کبھی جدا نہیں ہوتا سارا قرآن کریم ان تصریحات اور اشارات سے بھرا پڑا ہے بلکہ وہ ہر ایک مومن کو روح القدس ملنے کا وعدہ دیتا ہے چنانچہ منجملہ ان آیات کے جو اس بارہ میں کھلے کھلے بیان سے ناظرین ہیں۔ سورۃ الطارق کی پہلی دو آیتیں ہیں اور وہ یہ ہیں۔ والسماء والطارق وما ادراک ما الطارق النجم الثاقب طان کل نفس لما علیہا حافظہ یہ آخری آیت یعنی ان کل نفس لما علیہا حافظہ جسکے یہ معنی ہیں کہ ہر ایک نفس پر ایک فرشتہ نگہبان ہے یہ صاف دلالت کر رہی ہے کہ جیسا کہ انسان کے ظاہر وجود کے لئے فرشتہ مقرر ہے جو اس سے جدا نہیں ہوتا ویسا ہی اس کی باطن کے حفاظت کے لئے بھی مقرر ہے جو باطن کو شیطان سے روکتا ہے اور گمراہی کی ظلمت سے بچاتا ہے اور وہ روح القدس ہے جو خدا تعالیٰ کے خاص بندوں پر شیطان کا تسلط ہونے نہیں دیتا اور اسی کی طرف یہ آیت بھی اشارہ کرتی ہے کہ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان اب دیکھو کہ یہ آیت کیسی صریح طور پر بتا رہی ہے کہ خدا تعالیٰ کا فرشتہ انسان کی حفاظت کیلئے ہمیشہ اور ہر دم اس کے ساتھ رہتا ہے اور ایک دم بھی اس سے جدا نہیں ہوتا کیا اس جگہ یہ خیال آسکتا ہے کہ انسان کی ظاہر کی نگہبانی کے لئے تو دائمی طور پر فرشتہ مقرر ہے لیکن اس کی باطن کی نگہبانی کے لئے کوئی فرشتہ دائمی طور پر مقرر نہیں بلکہ متعصب سے متعصب انسان سمجھ سکتا ہے کہ باطن کی حفاظت اور روح کی نگہبانی جسم کی حفاظت سے بھی زیادہ ضروری ہے کیونکہ جسم کی آفت تو اسی جہان کا ایک دکھ ہے لیکن روح اور نفس کی آفت جہنم ابدی میں ڈالنے والی چیز ہے سو جس خدا کے رحیم و کریم کو انسان کے اس جسم پر بھی رحم ہے جو آج ہے اور کل خاک ہو جائیگا اس کی نسبت کیونکر گمان کر سکتے ہیں کہ اس کو انسان کی روح پر رحم نہیں پس اس نفس قطعی اور یقینی سے ثابت ہے کہ روح القدس یا یون کہو کہ اندرونی نگہبانی کا فرشتہ ہمیشہ نیک انسان کے ساتھ ایسا ہی رہتا ہے جیسا کہ اس کی بیرونی حفاظت کے لئے رہتا ہے ۛ

اس آیت کے ہم مضمون قرآن کریم میں اور بہت سی آیتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی تربیت اور حفاظت ظاہری و باطنی کے لئے اور نیز اسکے اعمال کے نکلنے کے لئے ایسے فرشتے مقرر ہیں کہ جو دائمی طور پر انسانوں کے پاس رہتے ہیں چنانچہ بخدا ان کے یہ آیات ہیں۔ وان علیکم لملائقظہین۔ برسل علیکم حفظاً۔ لہ معقبات من میں بدیدہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ ط ترجمہ ان آیات کا یہ ہے کہ تم پر حفاظت کر نیوالے مقرر ہیں خدا تعالیٰ ان کو بھیجتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے چوکیدار مقرر ہیں جو اسکے بندہ و نیک ہر طرف سے یعنی کیا ظاہری طور پر اور کیا باطنی طور پر حفاظت کرتے ہیں اس مقام میں صاحب معالم نے یہ حدیث لکھی ہے کہ ہر ایک بندہ کے لئے ایک فرشتہ مقرر ہوگا جس کے ساتھ ہی رہتا ہے اور اسکی نیند اور بیداری میں نیشا طین اور دوسری بلاؤں سے اس کی حفاظت کرتا رہتا ہے اور اسی مضمون کی ایک اور حدیث کعب الاحبار سے بیان کی ہے اور ابن جریر اس آیت کی تائید میں یہ حدیث لکھتا ہے۔ ان معکم من لا یفارکم الا عند الخلاء وعند الجماع فاستنجوہم واکرموہم۔ یعنی تمہارے ساتھ وہ فرشتے ہیں کہ بجز جماع اور پاخانہ کی حاجت کے تم سے جدا نہیں ہوتے سو تم ان سے شرم کرو اور ان کی تعظیم کرو اور اسی جگہ علامہ سے یہ حدیث لکھی ہے کہ ہر ایک شہر سے بچانیکے لئے انسان کے ساتھ رہتے ہیں اور جب تقدیر مسموم نازل ہو تو الگ ہو جاتے ہیں اور مجاہد سے نقل کیا ہے کہ کوئی ایسا انسان نہیں جس کی حفاظت کیلئے دائمی طور پر ایک فرشتہ مقرر نہ ہو۔ پھر ایک اور حدیث عثمان بن عفان سے لکھی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ ہمیں فرشتے مختلف خدمات کے بچانیکے لئے انسان کے ساتھ رہتے ہیں اور دن کو ابلیس اور رات کو ابلیس کے بچنے ضرر رسانی کی غرض سے ہر دم لگاتار میں لگے رہتے ہیں اور پھر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ حدیث مندرجہ ذیل لکھی ہے۔

حدثنا۔ اسود بن عامر حدثنا سفیان حدثنی منصور عن سالم بن ابی الجعد عن ایوبہ عن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکم من اجل الادۃ ذل فیہ من الجن وقرنیہ من الملائکۃ قالوا وایاکی یارسول اللہ قال وایاکی ولكن اللہ اعاننی علیہ فلا یامرنی الا بخیر انفر و باخراجه مسلم۔ ص ۲۲۲

یعنی تبو سطر اسود وغیرہ عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی تم میں سے ایسا نہیں کہ جسکے ساتھ ایک قرین جن کی نوع میں سے اور ایک قرین فرشتوں میں سے ہو کہ نہ ہو۔ صحابی نے عرض کی کہ کیا آپ بھی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ مان میں بھی پر خدا نے میرے جن کو میری تابع کر دیا۔ سو وہ بجز خیر اور نیکی کے اور کچھ بھی مجھے نہیں کہتا۔ اسکے اخراج میں مسلم منفرد ہے۔ اس حدیث سے صاف اور کھلے طور پر ثابت ہوتا ہے کہ جیسے ایک داعی شر انسان کیلئے مقرر رہتا ہے جیسا کہ اسکے ساتھ رہتا ہے ایسا ہی ایک داعی خیر بھی ہر ایک بشر کے لئے مقرر ہے جو کبھی اس کے جدا نہیں ہوتا اور ہمیشہ اسکا قرین اور رفیق رہتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ فقہ ایک داعی الی الشر ہی انسان کیلئے

مقرر کرتا اور داعی الی الخ مقرر کرتا تو خدا تعالیٰ کے عدل اور رحم پر دھندہ لگتا کہ اس نے شر انگیزی اور وسوسہ اندازی کی غرض سے ایسے ضعیف اور کمزور انسان کو فتنہ میں ڈالنے کے لئے کہ جو پہلے نفس امارہ ساتھ رکھتا ہے شیطان کو ہمیشہ کاقرین اور رفیق اس کا ٹھہرا دیا جو اس کے خون میں بھی سرایت کر جاتا ہے اور زمین داخل ہو کر ظلمت کی نجاست اس میں چھوڑ دیتا ہے مگر نیکی کی طرف بلائے والا کوئی ایسا رفیق مقرر نہ کیا تا وہ بھی دل میں داخل ہوتا اور خون میں سرایت کرتا اور تائید انسان کے دونوں پہلوں برابر رہتے۔

اس جگہ اگر یہ اعتراض کیا جاوے کہ جب روح القدس صرف مقربین الہی کو ملتا ہے تو پھر ہر ایک کا نگہبان کیونکر ہو سکتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ روح القدس کا کامل طور پر نزول مقربوں پر ہی ہوتا ہے مگر اس کی فی الجملہ تائید حسب مراتب محبت و اخلاص و دسروں کو بھی ہوتی ہے۔ ہماری تقریر مندرجہ بالا کا صرف یہ مطلب ہے کہ روح القدس کی اعلیٰ تجلی کی یہ کیفیت ہے کہ جب بقا اور بقا کے مرتبہ پر محبت الہی انسان کی محبت پر نازل ہوتی ہے تو یہ اعلیٰ تجلی روح القدس کی ان دونوں محبتوں کے ملنے سے پیدا ہوتی ہے جس کے مقابل پر دوسری تجلیات کا عدم ہیں مگر یہ تو نہیں کہ دوسری تجلیات کا وجود ہی نہیں خدا تعالیٰ ایک ذرہ محبت خالصہ کو بھی ضائع نہیں کرتا انسان کی محبت پر اس کی محبت نازل ہوتی ہے اور اسی مقدار پر روح القدس کی چمک پیدا ہوتی ہے یہ خدا تعالیٰ کا ایک بندہ ہوا قانون ہے کہ ہر ایک محبت کے اندازہ پر الہی محبت نزول کرتی رہتی ہے اور جب انسانی محبت کا ایک دریا بہ نکلتا ہے تو اس طرف سے بھی ایک دریا نازل ہوتا ہے اور جب وہ دونوں دریا ملتے ہیں تو ایک عظیم الشان نوراں میں سے پیدا ہوتا ہے جو ہمارے اصطلاح میں روح القدس سے موسوم ہے لیکن جیسے تم دیکھتے ہو کہ اگر میسیر پانی میں ایک ماشہ مصری ڈال دیجائے تو کچھ بھی مصری کا ڈالنا معلوم نہیں ہوگا اور پانی پھیسے کا پھیسکا ہی ہوگا مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ مصری اس میں نہیں ڈالی گئی اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ پانی میٹھا ہے یہی حال اس روح القدس کا ہے جو ناقص طور پر ناقص لوگوں پر اترتا ہے اسکے اترنے میں تو شک نہیں ہو سکتا کیونکہ ادنیٰ سے ادنیٰ کو بھی نیکی کا خیال روح القدس سے پیدا ہوتا ہے کبھی فاسق اور فاجرا و ربد کا بھی سچی خواب دیکھ لیتا ہے اور یہ سب روح القدس کا اثر ہوتا ہے جیسا کہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ نبویہ سے ثابت ہے مگر وہ قلع غلیم جو مقدسوں اور مقربوں کے ساتھ ہے اسکے مقابل پر یہ کچھ چیز نہیں گویا کا عدم ہے ایک یہ سوال کہ جس حالت میں روح القدس انسان کو یہ یونے روکنے کے لئے مقرر ہے تو پھر اس کو گناہ کیوں سرزد ہوتا ہے اور انسان کفر و فسق اور فجور میں کیوں مبتلا ہو جاتا ہے اس کا یہ جواب ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کے لئے ابتلا کے طور پر دو روحانی داعی مقرر کر رکھے ہیں۔ ایک داعی خیر جس کا نام روح القدس ہے اور ایک داعی شر جس کا نام ابلیس اور شیطان ہے۔ یہ دونوں داعی صرف خیر یا شر کی طرف بلائے رہتے ہیں مگر کسی بات پر جبر نہیں کرتے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں اسی امر کی

طرف اشارہ ہے فالتمہا فجوڑاؤ تقوٰہا یعنی خدا ہی کا بھی الہام کرتا ہے اور نیکی کا بھی۔ بدی کے الہام کا ذریعہ شیطان ہے جو شرارتوں کے خیالات دلون میں ڈالتا ہے اور نیکی کے الہام کا ذریعہ روح القدس ہے جو پاک خیالات دل میں ڈالتا ہے اور چونکہ خدا تعالیٰ علت العلل ہے اسلئے یہ دونوں الہام خدا تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کر لئے کیونکہ اسی کی طرف سے یہ سارا انتظام ہے ورنہ شیطان کیا حقیقت رکھتا ہے جو کسی کے دل میں دوسو سہ ڈالے اور روح القدس کیا چیز جو کسی کو تقوٰے کی راہوں کی ہدایت کرے۔ ہمارے مخالف آریہ اور برہمن اور عیسائی اپنی کوتاہ بینی کی وجہ سے قرآن کریم کی تعلیم پر یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ اس تعلیم کی رو سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے دانستہ انسان کے پیچھے شیطان کو لگا رکھا ہے گویا اسکو آپ ہی خلق اللہ کا گمراہ کرنا منظور ہے مگر یہ ہمارے شباب یا زنیانوں کی غلطی ہے اُن کو معلوم کرنا چاہئے کہ قرآن کریم کی یہ تعلیم نہیں ہے کہ شیطان گمراہ کرنے کے لئے بھڑکے ہوئے ہے اور نہ یہ تعلیم ہے کہ صرف بدی کی طرف بلانیکے لئے شیطان کو مقرر کر رکھا ہے بلکہ یہ تعلیم ہے کہ آزمائش اور امتحان کی غرض سے ملکہ اور ملیہ ایسے برابر طور پر انسان کو دئے گئے ہیں یعنی ایک داعی خیر اور ایک شریعت انسان اس ابتلا میں پڑ کر مستحق ثواب یا عقاب کا ٹھہر سکے کیونکہ اگر اسکے لئے ایک ہی طور کے اسباب پیدا کئے جاتے مثلاً اگر اسکے بیرونی اور اندرونی اسباب جذبات فقط نیکی کی طرف ہی اسکو کھینچتے یا اس کی فطرت ہی ایسی واقعہ ہوتی کہ وہ بجز نیکی کے کاموں کے اور کچھ کر ہی نہ سکتا تو کوئی وجہ نہیں ہوتی کہ نیک کاموں کے کرنے سے اسکو کوئی مرتبہ قرب کامل سکے کیونکہ اسکے لئے تو تمام اسباب و جذبات نیک کام کرنے کے ہی موجود ہیں یا یہ کہ بدی کی خواہش تو ابتدا سے ہی اس کی فطرت سے مسلوب ہے تو پھر بدی سے بچنے کا اسکو ثواب کس استحقاق سے ملے مثلاً ایک شخص ابتدا سے ہی نامرد ہے جو عورت کی کچھ خواہش نہیں رکھتا اب اگر وہ ایک مجلس میں بیٹھ بیان کرے کہ میں فلاں وقت جو ان عورتوں کے ایک گروہ میں رہا جو خوبصورت بھی تھیں مگر میں ایسا پیرنگا ہوں کہ میں نے ان کو شہوت کی نظر سے ایک دفعہ بھی نہیں دیکھا اور خدا تعالیٰ سے ڈرتا رہا تو کچھ نہیں ملے گا سب لوگ اسکے اس بیان پر ہنس دیں گے اور طنز سے کہیں گے کہ اے نادان کب اور کس وقت تجھ میں یہ قوت موجود تھی تا اسکے بروگنے پر تو غر کر سکتا یا کسی ثواب کی امید رکھتا۔ جاننا چاہئے کہ سالک کو اپنی ابتدائی اور درمیانی حالات میں تمام امیدیں ثواب کی مخالفاً جذبات سے پیدا ہوتی ہیں اور ان منازل سلوک

نوٹ۔ اس جگہ آزمائش کے لفظ سے کوئی دھوکہ نہ کھا دے کہ خدا جو عالم الغیب کو امتحان اور آزمائش کی کیا ضرورت ہے کیونکہ بلاشبہ اسکو کوئی ضرورت نہیں لیکن چونکہ عمل مقصد امتحان سے اظہار حقائق مخفیہ ہوتا ہے اسلئے یہ لفظ خدا تعالیٰ کی کتاب میں پایا جاتا ہے وہ امتحان میں اسکو نہیں ڈالتا کہ اسکو معلوم نہیں بلکہ اسکو کہنا شخص زیر امتحان پر اسکی حقیقت ظاہر کرے کہ اس میں یہ فتاوہ یا صلاحیت ہے اور نیز دوسروں پر بھی اسکا جو ہر کھول دے۔ منہ۔

میں جن امور میں فطرت ہی سالک کی الہی واقع ہو کہ اس قسم کی بدی وہ کبھی نہیں سکتا تو اس قسم کے ثواب کا بھی وہ مستحق نہیں ہو سکتا مثلاً ہم کچھ اور سانپ کی طرح اپنے وجود میں ایک ایسی زہر نہیں پاتے جس کے ذریعہ ہم کسی کو اس قسم کی ایذا پہنچا سکیں جو کہ سانپ اور کچھ پہنچاتے ہیں۔ سو ہم اس قسم کی ترک بدی میں عند اللہ کسی ثواب کے مستحق بھی نہیں۔

اب اس تحقیق سے ظاہر ہوا کہ مخالفانہ جذبات جو انسان میں پیدا ہو کر انسان کو بدی کی طرف کھینچتے ہیں درحقیقت وہی انسان کے ثواب کا بھی موجب ہیں کیونکہ جب وہ خدا تعالیٰ سے ڈر کر ان مخالف جذبات کو چھوڑ دیتا ہے تو عند اللہ بلاشبہ تعریف کے لائق ٹھہرتا ہے اور اپنے رب کو راضی کر لیتا ہے لیکن جو شخص انتہائی مقام کو پہنچ گیا ہے اس میں مخالفانہ جذبات نہیں رہتے تو یا اس کا جن مسلمان ہو جاتا ہے مگر ثواب باقی رہ جاتا ہے کیونکہ وہ ابتلا کے منازل کو بڑی مردانگی کے ساتھ طے کر چکا ہے جیسے ایک صالح آدمی جسے بڑے بڑے نیک کام اپنی جوانی میں کئے ہیں اپنی پیرا نہ سالی میں بھی ان کا ثواب پاتا ہو۔

اب جبکہ قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہو گیا کہ جیسی بدی کی دعوت کے لئے خدا تعالیٰ ہمیشہ کا قرین شیطان کو مقرر کر رکھا ہے۔ ایسا ہی دوسرے طریق نیکی کی دعوت کر نیکی کے لئے روح القدس کو اس رحیم و کریم نے دائمی قرین انسان کا مقرر کر دیا ہے اور نہ صرف اس قدر بلکہ بقا اور بقا کی حالت میں اثر شیطان کا کالعدم ہو جاتا ہے گویا وہ اسلام قبول کر لیتا ہے اور روح القدس کا نور انتہائی درجہ پر چمک اٹھتا ہے تو اس وقت اس پاک اور اعلیٰ درجہ کی تعلیم پر کون اعتراض کر سکتا ہو۔ بجز اس نادان اور اندھے کے کہ جو صرف حیوانات کی طرح زندگی بسر کرتا ہے اور پاک تعلیم کی نور سے کچھ بھی حصہ نہیں رکھتا بلکہ اسح اور واقعی امر تو یہ ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم بھی مجملہ معجزات کے ایک معجزہ ہے۔ کیونکہ جس خوبی اور اعتدال اور حکیمانہ شان سے اس تعلیم نے اس عقدہ کو حل کر دیا کہ کیوں انسان میں نہایت قوی جذبات خیر یا شر یا کئے جاتے ہیں یہاں تک کہ عالم رویا میں بھی انکے انوار یا ظلمات صاف اور صریح طور پر محسوس ہوتی ہیں۔ اس طرز حکم اور حقانی سے کسی اور کتاب نے بیان نہیں کیا اور زیادہ تر اعجاز کی صورت اس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ بجز اس طریق کے ماننے کے اور کوئی بھی طریق بن نہیں پڑتا اور اس قدر اعتراض وارد ہوتے ہیں کہ ہرگز ممکن نہیں کہ ان سے مخلصی حاصل ہو کیونکہ خدا تعالیٰ کا عام قانون قدرت ہم پر ثابت کر رہا ہے کہ جس قدر ہمارے نفوس و قوے و اجسام کو اس ذات مبدیہ فیض سے فائدہ پہنچتا ہے وہ بعض اور چیزوں کی توسط سے پہنچتا ہے مثلاً اگرچہ ہماری آنکھوں کو وہی روشنی بخشتا ہے مگر وہ روشنی آفتاب کی توسط سے پہنچتی ہے اور ایسا ہی رات کی ظلمت جو ہمارے نفوس کو آرام پہنچاتی ہے اور ہم نفس کے حقوق اس میں ادا کر لیتے ہیں وہ بھی درحقیقت اسی کی طرف سے ہوتی ہے کیونکہ درحقیقت ہر ایک پیدا شدہ کی علت العلل وہی ہے۔ پھر جبکہ

ہم دیکھتے ہیں کہ یہ ایک بندھا ہوا قانون قدیم سے ہمارے افاضہ کے لئے چلا آتا ہے کہ ہم کسی دوسرے کی
توسط سے ہر ایک فیض خدا تعالیٰ کا پاتے ہیں مان اس فیض کے قبول کر نیکیے لئے اپنے اندر تو لے بھی
رکھتے ہیں جیسی ہماری آنکھ روشنی کے قبول کرنے کے لئے ایک قسم کی روشنی اپنے اندر رکھتی ہے اور
ہمارے کان بھی اُن اصوات کے قبول کر نیکیے لئے جو ہوا پہنچاتی ہے ایک قسم کی جس اپنے اعصاب
میں موجود رکھتے ہیں لیکن یہ تو نہیں کہ ہمارے تو لے ایسی منتقل اور کامل طور پر بناوٹ رکھتے ہیں کہ
خارجی معینات اور معاونات کی کچھ بھی ضرورت اور حاجت نہیں ہم کبھی نہیں دیکھتے کہ کوئی ہماری جسمانی
قوت صرف اپنے ملکہ موجودہ سے کام چلا سکے اور خارجی مدد و معاون کے محتاج نہ ہو۔ مثلاً اگرچہ ہماری
آنکھیں کسی ہی تیز بین ہوں مگر پھر بھی ہم آفتاب کی روشنی کے محتاج ہیں اور ہمارے کان کسی نہ
شنوا ہوں مگر پھر بھی ہم اس ہوا کے حاجت مند ہیں جو آواز کو اپنے اندر پیٹ کر ہمارے کانوں تک پہنچا
دیتی ہے اس سے ثابت ہے کہ صرف ہمارے تو لے ہماری انسانیت کی کل چیلنیکیے لئے کافی
نہیں ہیں۔ ضرورتیں خارجی مددوں اور معاونوں کی حاجت ہے مگر قانون قدرت ہمیں بتلا رہا ہو
کہ وہ خارجی مدد و معاون اگرچہ بیجا طاعت العلل ہو نیکیے خدا تعالیٰ ہی ہے مگر اسکا یہ انتظام ہرگز نہیں
ہے کہ وہ بلا توسط ہمارے تو لے اور اجسام پر اثر ڈالتا ہے بلکہ جہاں تک ہم نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں اور
جس قدر ہم اپنے فکر اور ذہن اور سوچ سے کام لیتے ہیں صریح اور صاف اور بدیہی طور پر ہمیں نظر آتا
ہے کہ ہر ایک فیضان کے لئے ہم میں اور ہمارے خداوند کہیم میں علل متوسط ہیں جن کے توسط سے
ہر ایک قوت اپنی حاجت کے موافق فیضان پاتی ہے پس ای دلیل سے ملائیک اور جنات کا وجود
بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ ہم نے صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ خیر اور شر کے کشاب میں صرف ہمارے
ہی تو لے کافی نہیں بلکہ خارجی مہمات اور معاونات کی ضرورت ہے جو خارق عادت اثر رکھتے ہوں
مگر وہ مدد اور معاون خدا تعالیٰ کے پرلہ راست اور بلا توسط نہیں بلکہ توسط بعض اسباب ہے سو قانون
قدرت کے ملاحظہ نے قطعی اور یقینی طور پر ہم پر کھول دیا کہ وہ مہمات اور معاونات خارج میں موجود ہیں
گو ان کی کنہ اور کیفیت ہم کو معلوم ہو یا نہ ہو مگر یہ یقینی طور پر معلوم ہے کہ وہ نہ براہ است خدا تعالیٰ سے
اور نہ ہماری ہی تو تین اور ہماری ہی ملکہ میں بلکہ وہ ان دونوں مضمون سے الگ ایسی مخلوق چیزیں
ہیں جو ایک مستقل وجود اپنا رکھتی ہیں اور جب ہم ان میں سے کسی کا نام داعی الی الخیر رکھیں گے تو
اسی کو ہم روح القدس یا جبرئیل کہیں گے اور جب ہم ان میں سے کسی کا نام داعی الی الشر رکھیں گے
تو اسی کو ہم شیطان اور ابلیس کے نام سے بھی موسوم کر نیکیے۔ یہ ضرور نہیں کہ ہم روح القدس یا شیطان
ہر ایک ناریک دل کو دکھلا دیں اگرچہ عارف انکو دیکھ بھی لیتے ہیں اور کثیفی مشاہدات سے وہ دونوں
نظر بھی آ جاتی ہیں مگر جو کچھ لڑ جو بھی نہ شیطان کو دیکھ سکتا ہے نہ روح القدس کو یہ ثبوت کافی ہے۔

کیونکہ تاثر کے وجود سے موثر کا وجود ثابت ہوتا ہے اور اگر یہ قاعدہ صحیح نہیں ہے تو پھر خدا تعالیٰ کے وجود کا بھی کیونکر پتہ لگ سکتا ہے کیا کوئی دکھلا سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کہاں ہے صرف متاثر کیطرت دیکھ کر جو اس کی قدرت کے نمونے ہیں اس موثر حقیقی کی ضرورت تسلیم کی گئی ہے ہاں عارف اپنے انتہائی مقام پر روحانی آنکھوں سے اسکو دیکھتے ہیں اور اس کی باتوں کو بھی سنتے ہیں مگر محبوب کے لئے بجز اسکے اور استدلال کا طریق کیا ہے کہ متاثرات کو دیکھ کر اس موثر حقیقی کے وجود پر ایمان لاوے سوا اسی طریق سے روح القدس اور شیاطین کا وجود ثابت ہوتا ہے اور نہ صرف ثابت ہوتا ہے بلکہ عین صفائی سے نظر آ جاتا ہے افسوس ان لوگوں کی حالت پر جو فلسفہ باطلہ کی ظلمت سے متاثر ہو کر ملائکہ اور شیاطین کے وجود سے انکار کر بیٹھے ہیں اور بنیات اور نصوص صبر کہ قرآن کریم سے انکار کر دیا اور نادانی سے بھرے ہوئے الحاد کے گڑھے میں گر پڑے اور اس جگہ واضح رہے کہ یہ مسئلہ ان مسائل میں سے ہے جنکے اثبات کے لئے خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کی استنباط حقایق میں اس عاجز کو مستفرد کیا ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

روح القدس کے بارہ میں جو قرآن کریم میں آیات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ کیلئے کامل مومنوں کو روح القدس دیا جاتا ہے منجملہ انکے ایک یہ آیت ہے۔ یا ایہا الذین امنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا و یجعل لکم فرقا ناعیل لکم نوراً تمشون بہ۔ یعنی اے مومنوں جو ایمان لائے ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو اور اللہ جل شانہ سے ڈرتے رہو تو خدا تعالیٰ تمہیں وہ چیز عطا کرے گا (یعنی روح القدس) جسکے ساتھ تم غیروں سے امتیاز کلی پیدا کر لو گے اور تمہارے لئے ایک نور مقرر کر دے گا (یعنی روح القدس) جو تمہارے ساتھ چلے گا قرآن کریم میں روح القدس کا نام نور ہے۔ پھر ائمہ دوسرے مقام میں فرماتے ہیں ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تسترل علیہم الملائکۃ الاتحوا فواد لا تحزنوا و ابشروا بالجنة الی الی کنتم توعدون نحن اولیاءکم فی الحیوة الدنیاء و فی الآخرة۔ یعنی جو لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ جل شانہ ہے پھر اپنی ثابت قدمی دکھاتے ہیں کہ کسی مصیبت اور زلزلہ اور امتحان سے انکے صدق میں ذرہ فرق نہیں آتا پھر فرشتے اترتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ تم ذرہ خوف نہ کرو اور نہ غمگین ہو اور اس بہشت کے قصور سے شادان اور فرحان ہو جسکا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے ہم تمہارے متولی اور تمہارے پاس ہر وقت حاضر اور قریب ہیں کیا دنیا میں اور کیا آخرت میں۔ پھر ائمہ دوسرے مقام میں فرماتے ہیں اَوْسَنَ کَانَ مِثْقَالُهَا و جعلنا لہ نوراً یشی بہ فی الناس کمن شمل فی الظلمات لیس بخارج منها و ما یتوی الایاء و الاموات۔ یعنی کیا وہ شخص جو مردہ تھا اور ہم نے اس کو زندہ کیا اور ہم نے اسکو ایک نور عطا کیا جسکے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا یعنی اس نور کے برکات لوگوں کو معلوم ہوتی ہیں۔ کیا ایسا آدمی اس آدمی کی مانند ہو سکتا ہے جو سراسر تاریکی میں اسیر ہے اور اس سے نکل نہیں سکتا۔

نور اور حیات سے مراد روح القدس ہے کیونکہ اس سے ظلمت دور ہوتی ہے اور وہ دلون کو زندہ کرتا ہے۔ اسی لئے اسکا نام روح القدس ہے یعنی پاکی کی روح جس کے داخل ہونے سے ایک پاک زندگی حاصل ہوتی ہے۔

اور بمجملہ ان آیات قرآنی کے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ روح القدس ہمیشہ کے لئے خدا تعالیٰ کے مہم بندوں کے ساتھ رہتا ہے اور انہیں علم اور حکمت اور پاکیزگی کی تعلیم کرتا ہے یہ آیت کریمہ ہے اولئک کتب فی قلوبہم الایمان وایدہم بروح منہ۔ سورۃ المجادلہ یعنی ان مومنوں کے دلون میں خدا تعالیٰ نے ایمان کو لکھ دیا اور روح القدس سے انکو مدد دی۔ دل میں ایمان کے لکھنے سے یہ مطلب ہے کہ ایمان فطرتی اور طبعی ارادوں میں داخل ہو گیا اور جزو طبیعت بن گیا اور کوئی تکلف اور نصنع درمیان نہ رہا اور یہ مرتبہ کہ ایمان دل کے رگ و ریشہ میں داخل ہو جائے اسوقت انسان کو ملتا ہے کہ جب انسان روح القدس سے مویہ ہو کر ایک نئی زندگی پاوے اور جس طرح جان ہر وقت جسم کی محافظت کے لئے جسم کے اندر رہتی ہے اور اپنی روشنی اُسپر ڈالتی رہتی اس طرح اس نئی زندگی کی روح القدس بھی اندر آباد ہو جائے اور دل پر ہر وقت اور ہر لمحہ اپنی روشنی ڈالتی رہے اور جیسے جسم جان کے ساتھ ہر وقت زندہ ہے دل اور تمام روحانی قوے روح القدس کے ساتھ زندہ ہوں ایسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے بعد بیان کرنے اس بات کے کہ ہم نے ان کے دلون میں ایمان کو لکھ دیا۔ یہ بھی بیان فرمایا کہ روح القدس سے ہم نے ان کو تائید دی کیونکہ جبکہ ایمان دلون میں لکھا گیا اور فطرتی حروف میں داخل ہو گیا تو ایک نئی پیدائش انسان کو حاصل ہو گئی اور یہ نئی پیدائش بجز تائید روح القدس کے ہرگز نہیں مل سکتی روح القدس کا نام اسی لئے روح القدس ہے کہ اس کے داخل ہونے سے ایک پاک روح انسان کو مل جاتی ہے۔ قرآن کریم روحانی حیات کے ذکر سے بھرا پڑا ہے اور جا بجا کامل مومنوں کا نام ایسا دیتا ہے یعنی زندہ اور کفار کا نام اموات یعنی مردے رکھتا ہے یہ اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ کامل مومنوں کو روح القدس کے دخول سے ایک جان مل جاتی ہے اور کفار کو جسمانی طور پر حیات رکھتے ہیں مگر اس حیات سے بے نصیب ہیں جو دل اور دماغ کو ایمانی زندگی بخشی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت صحابہ کا بلاشبہ یہ اعتقاد تھا کہ آنجناب کا کوئی فعل اور کوئی قول وحی کی آمیزش سے خالی نہیں گو وحی مجمل ہو یا مفصل حتیٰ ہو یا جلی بہین ہو یا مشتبہ یہاں تک کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص معاملات و مکالمات خلوت اور سر میں بیویوں نے سنا یا جب قدر اکل اور شرب اور لباس کے متعلق اور معاشرت کی ضروریات میں روزمرہ کے خانگی امور تھے سب اسی خیال سے احادیث میں داخل کئے گئے کہ وہ تمام کام اور کلام روح القدس کی روشنی سے ہیں چنانچہ ابوداؤد وغیرہ میں یہ حدیث موجود ہے اور امام احمد بچند و سائط عبد اللہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں

کہ بعد اللہ نے کہا کہ میں جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا تھا لکھ لیتا تھا تا میں اسکو حفظ کر لوں
پس بعض نے مجھکو منع کیا کہ ایسا مت کر کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں کبھی غصہ سے کبھی کلام
کرتے ہیں تو میں یہ بات سن کر لکھنے سے دست کش ہو گیا اور اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ڈر کیا
تو اپنے فرمایا کہ اس ذات کی مجھ کو قسم ہے جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جو مجھ سے صادر ہوتا ہے خواہ
قول ہو یا فعل وہ سب خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اگر یہ کہا جائے کہ انہیں احادیث کی کتابوں میں بعض امور
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجتہادی غلطی کا بھی ذکر ہے اگر کل قول و فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کا وحی سے تھا تو پھر وہ غلطی کیوں ہوئی گویا آنحضرت اس پر قائم نہیں رکھے گئے تو اسکا یہ جواب ہے
کہ وہ اجتہادی غلطی بھی وحی کی روشنی سے دور نہیں تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ
کے قبضہ سے ایک دم جدا نہیں ہوتے تھے پس اس اجتہادی غلطی کی ایسی ہی مثال ہو جیسی آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں چند دفعہ سہواً واقع ہوتا اس سے دین کے مسائل پیدا ہوں سو اسی
طرح بعض اوقات اجتہادی غلطی ہوئی تا اس سے بھی تکمیل دین ہو اور بعض باسک مسائل اسکے
ذریعہ سے پیدا ہوں اور وہ سہو بشریت بھی تمام لوگوں کی طرح سہو نہ تھا بلکہ دراصل بہرنگے وحی تھا
کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص تصرف تھا جو نبی کے وجود پر عبادی ہو کر اسکو بھی ایسی طرف
ماٹل کر دیتا تھا جس میں خدا تعالیٰ کے بہت مصالح تھے سو ہم اس اجتہادی غلطی کو بھی وحی سے
علیحدہ نہیں سمجھتے کیونکہ وہ ایک معمولی بات نہ تھی بلکہ خدا تعالیٰ اسوقت اپنے بنی کو بہر قبضہ میں لیکر
مصالح عام کے لئے ایک نور کو سہو کی صورت میں یا غلط اجتہاد کے پیرایہ میں ظاہر کر دیتا تھا
اور پھر ساتھ ہی وحی اپنے جوش میں آجاتی تھی جیسی ایک چلنے والی نہر کا ایک مصلحت کے لئے
پانی رد کر دین اور پھر چھوڑ دین پس اس جگہ کوئی عقلمند نہیں کہہ سکتا کہ نہر سے پانی خشک ہو گیا
یا اس میں سے اٹھایا گیا یہی حال انبیاء کی اجتہادی غلطی کا ہے کہ روح القدس تو کبھی ان سے علیحدہ نہیں
ہوتا۔ مگر بعض اوقات خدا تعالیٰ بعض مصالح کیلئے انبیاء کی فہم اور ادراک کو اپنی قبضہ میں لے لیتا ہو تب کوئی قول
یا فعل سہو یا غلطی کی شکل پران سے صادر ہوتا ہو اور وہ حکمت جو ارادہ کی ہو ظاہر ہو جاتی ہو تب پھر وحی
کا دریا زور سے چلنے لگتا ہے اور غلطی کو دور کیا جاتا ہو یا اسکا بھی وجود نہیں تھا حضرت مسیح ایک انجیر
کی طرف دوڑ گئے کہ اناسکا پھل کھا لیں اور روح القدس ساتھ ہی تھا مگر روح القدس نے یہ اطلاع نہ دی کہ اسوقت
انجیر پر کوئی پھل نہیں یا ان ہم یہ سب لوگ جانتے ہیں کہ شانناور مقصد ہم میں ہوتا ہے پس جس حالت میں ہمارے یہ سب لوگ مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کے دس لاکھ کو قریب قول و فعل میں سرسبز خدائی کا ہی جلوہ نظر آتا ہو اور ہر بات میں حرکات میں نکالنا
اقوال میں افعال میں روح القدس کے چمکنے ہوئے انوار نظر آتے ہیں تو پھر اگر ایک وہ بات میں بشریت کی بھی بوجھ سے تو اس سے
کیا نقصان بلکہ ضرورت تھا کہ بشریت کی تحقق کیلئے کبھی بھی ایسا بھی ہوتا تا لوگ شرک کی بلاتین مبتلا نہ ہو جائیں۔

”خدا کی ہستی“

والدین کا ایک عزیز بچہ ہے جو نہایت ناز و نعم سے انکے کنار تربیت میں پلا ہے اسکے کچھ سوتیلے بھائی ہیں جو برداشت نہیں کر سکتے کہ والدین کا التفات اور نظر شفقت اس کی طرف ان سے زیادہ مبذول ہو۔ وہ آپس میں مشورہ کرتے ہیں کہ اسے ایسی دو جگہ بھیج دیں جہاں وہ بغیر کسی مصل اور ولی کے ہلاک ہو جائے اور اسکے بعد اسکا وجود ان کی رقابت اور رشک کی آگ کو اشتعال دینے والا نہ رہے اور والدین کی محبت سمجھی انہیں کی طرف مائل ہو جائے۔ آخر کار لطائف الحیل سے وہ اس معصوم لڑکے کو جنگل میں دوڑیجا کر ایک کنوئین میں پھینکتے ہیں۔ اس وقت یہ نظارہ قابل دید ہے کہ ایک معصوم لڑکا جس کی نظر بجز اپنے والدین کی گود کے یا ارد گرد کی چند محدود چیزوں کے اور کسی وسیع چراگاہ میں کبھی چرنے کیلئے چھوڑی نہیں گئی اور اس صغیر سنی کے ساتھ وہ زمانہ کے تیشب و فراز سے بھی بہت ناواقف اور سادہ بچہ ہے عام مادی نگاہ کیا توقع کر سکتی ہے کہ اس تاریک کنوئین میں اسے کس حالت میں کچھ ظاہر ہے کہ اگر وہ ایک معمولی بچہ ہے تو اسے بہت جلد تربیت ترب کر اور مسک مسک کر جان فیرنی چاہیے لیکن خدا کی کتاب جسے ہم خدا کی کتاب نہ صرف حکم سے کہتے ہیں بلکہ اسلئے کہ وہ ایسے حکیمانہ واقعات کو اپنے اندر رکھتی ہے اور ان سے اپنے عظیم الشان لائیو ایلے کے ثبوت ثبوت کیلئے نشان پیدا کرتی ہے۔ اس کتاب میں لکھا ہے کہ اس بھیمانک اور خوفناک منظر میں اسے ایک آواز آئی تین تین بار ہم ہذا و ہم لا الشیخرون۔ میں تجھے قسم کھا کر یقین دلاتا ہوں کہ تجھ پر ایک وقت آئیوالا ہے کہ تیری پوزیشن اس وقعت اور اس پایہ کی ہوگی کہ تو اپنی شان و شوکت اور جلال میں ان لوگوں کو جنہوں نے تجھے یہ مفسدانہ کارروائی کی ہے ان کی اس شرارت اور مفسدہ کی خبر دیگا اور وہ اپنی پست اور ذلیل حالت اور تیری شوکت اور جلالت کے سبب سے تجھے نہیں پہچانتے ہوں گے۔

اب یہاں ہر ایک سلیم الفطرت کو غور کرنی چاہئے کہ کیسی آواز ہے اس میں دو طرح سے فکر کرنی چاہئے۔ اول یہ کہ آیا اس معصوم بچہ کے توہمات اور تخیلات یا تجارب اور فراست کا سرچوش تھے دوم یہ کہ آیا یہ بالفاظ پورے ہوئے یا ایک فضول گپ کی طرح ہوا میں مل گئی۔ خدا کی کتاب نے اس ترکیب میں اپنی الوہیت کا ہم علم اور ہم قدرت ہونا ثابت کر نیکیلئے لغت عربی کے لحاظ سے وہ عظیم الشان صرف یعنی لام تاکید اور نون ثقیلہ اسلئے رکھے ہیں کہ اس پر علم قاطعی اور یقینی اور قسم کے افعال اور شکوک سے بری سمجھا جائے یہ ترکیب خود اپنی ذات میں ذرا سے تامل کے ساتھ اسطوف رہنمائی کرتی ہے کہ یہ آواز اس بچہ کے اندر سے پھوٹی ہوئی نہیں اسلئے کہ اس کا منشا یہ ہے کہ یقیناً او

قطعاً ایسا وقت آئیو والا ہے اور کوئی چیز اسکو مال نہیں سکتی کہ تو کامیاب ہوگا اور تیرے یہ بد سگال دشمن تیری آنکھوں کے سامنے خراب ہونگے ہمارے پاس اس بات کا تصور کر نیکی لئے کوئی وجہ نہیں اور نہ عقل سلیم ایک لحظہ کے لئے بھی اس تصور کو گوارا کر سکتی ہے کہ ہم اس آواز کو اس بچہ کا تو ہم یا اسکے کسی تجربہ اور فراست کا نتیجہ قرار دیں۔ واقعات نے ہمیں ثابت کر کے دکھا دیا ہے کہ یہ آواز اس ہستی کی طرف سے اُس ناتوان بے علم بچہ کے کان میں آئی جو عالم کی تعریف اور تصرف پر قادر ہے ہر پیش گوئی کے پورا کرنے کے لئے ہمیں آئندہ دیکھنا چاہئے کہ اس قادر مطلق آواز نے اس عالم کون فساد میں واقعات کو کس طرح اپنے منشا کے مطابق ترتیب دیا۔ اصل مقصود تو یہ تھا کہ اس بچہ پر منجذول بچہ پاک زانہ ایسا لایا جائے کہ یہ کامیابی کے تخت پر تاج عزت پہن کر بیٹھا ہو اور اسکے دشمن اس کے سر پر شوکت کے آگے دست بستہ کھڑے ہوں اس غرض کے سر انجام دینے کے لئے جس قدر انقلاب اور تغیرات ظہور میں آئے وہ صاف طور پر ہمیں یقین دلاتے ہیں کہ یہ تمام کارروائی اس ہمہ علم اور ہمہ قدرت پاک ذات کی ہے جو اپنے منشا کے مطابق عالم کی تغیر اور تبدیل پر ہر آن اور ہر شان میں قادر ہے یہ خاندان جس کا ممبر یہ ایک معصوم بچہ ہے اور اسکے وہ بد اندیش دشمن ہیں کنگان کا رہنے والا ہے۔ ان کے گرد و پیش اس وقت ایک ہی ملک تھا جو ہر قسم کی امید اور بیم کا مرجع تھا۔ یہ لوگ اپنے پاس کسی قسم کی حکومت اور شوکت نہیں رکھتے تھے لیکن اس پیش گوئی کے موافق ضروری تھا کہ یہ بچہ کسی زبردست حاکم نہ رنگ میں جلوہ گر ہوا سکے لئے بحر اس کے اور کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی تھی کہ مصر کی عظیم الشان سلطنت میں اسے اقتدار اور جلال حاصل ہو۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ واقعات اس غرض کے پورا کرنے کے لئے کس طرح اپنی ایچ پی اور لمبائی سے سکر کر ایک ایسے مرکز پر آکر کھڑے ہوئے ہیں کہ جس سے یہ غرض بخوبی حاصل ہو جائے۔ مصر کا ایک قافلہ جو کسی غرض کے لئے دور دراز سفر کو نکلا ہوا ہے اس کنوین کے پاس فروکش ہوتا ہے جہاں یہ یکس بچہ پڑا ہے ان کا ایک فرد پانی کی تلاش میں اس کنوین پر آتا ہے لیکن بجائے اسکے کہ وہ صرف حقیر اور پیچیز پانی کو پاتا اور پی کر بہت جلد اسے بھول جاتا ایک ایسی گران بہادری اسے ملتی ہے کہ جس کے احساس سے وہ چیخ اٹھتا ہے کہ یا بشریٰ ہذا غلام۔ اللہ اللہ یہاں تو ایک خوبصورت لڑکا ہے۔ خلاصہ یہ کہ وہ قافلہ اس لڑکے کو مصر میں پہنچاتا ہے اور آخر کار بعد بہت سو انقلابات کے مصر کی گورنمنٹ میں نہایت ہی ممتاز اور اعلیٰ عہدہ پر منصوب کیا جاتا ہے دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ کنگان میں غلہ کی مصیبت اس سختی سے واقع ہوئی کہ کنگانیوں کو بحر اس کے اور کوئی چارہ نظر نہ آیا کہ زندگی کی بقا کے لئے مصر کی طرف رجوع کریں۔ اگرچہ ان دنوں میں مصر ان

ملکوں کے لئے تجارت غلہ کی ایک بڑی مشہور منڈی تھی اور کھان اور اسکے نواح کے لوگ غلات کے لئے وہیں آیا کرتے تھے۔ مگر یہ بازار پروردہ اسرائیلی خاندان بہت کم اس سفر کیلئے مجبور ہوتا تھا۔ الحاصل حضرت اسرائیل کے گیارہ بیٹے اپنے باپ سے رخصت لیکر غلہ کی تجارت کے لئے مصر میں آتے ہیں اس وقت تک ان کو کوئی علم نہیں حالانکہ اس سیاہ کارروائی سے جو انکے ہاتھ سے اپنے بھائی کے متعلق سرزد ہوئی اب تک ایک ایسا عرصہ متعین ہو چکا ہے وہ اپنے زعم میں اس امید پر ہیں کہ وہ مصر میں اپنی غرض کے حاصل کر نیکی لئے جاتے ہیں اور پھر بہت جلد دامن مقصود کو ہر مراد سے بھر کر اپنے والد کی حضور میں حاضر ہو گئے۔ مگر وہاں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جو انکی امیدوں اور گمانوں میں کبھی آ نہیں سکتا تھا۔ خدا کے تعالے کا حکم مانہ ارادہ چند واقعات کے واقع ہو چکے بعد انہیں ایک ایسے عظیم الشان شخص کے سامنے لا کر کھڑا کر رہا ہے جسے وہ تو نہیں پہچانتے مگر وہ انہیں جانتا ہے اس وقت کی کیفیت اور نظام کے کو دل کی کیفیات اور قدرتوں سے بھری ہوئی کتاب کا مطالعہ کرنا الہی ہنر سمجھ سکتا ہے جبکہ اس موجودہ وقت کے باجلال کشنر یوسف ابن یعقوب نے اور اس پرانے وقت کے کنوین میں پھینکے ہوئے ناٹوان سے اس مقصود پر نے جس کے کان میں وہ دلربا آواز آئی تھی۔ یہ ہم مذا اس موجودہ وقت کے عاجز مگر کسی پرانے وقت کے مغرور نا عاقبت اندیش گروہ کو کہا نا یوسف وہاں اسی قدر مشہور علیہ السلام من یثیق و یصبر فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔ ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے اللہ نے ہم پر احسان کیا اور اس رتبہ پر ہمیں پہنچایا۔ اللہ کا یہ دائمی قانون قدرت ہے کہ وہ متقی اور صابر کو کبھی نہ ضائع نہیں کرتا۔

ان واقعات میں اس رنگ اور اس پہلو سے غور کرنی چاہئے کہ انسان کی منصوبہ بازی اور تدبیر کیا مقاصد اپنے سامنے رکھتی ہے اور ان مقاصد کے ہم پہنچانے کے لئے ایسے سامان اور مواد پیدا کرتی ہے کہ جن پر اس مقصد و پیش نہاد کے حاصل ہو جائیکے لئے قطعی کارگر ہو نیکا حکم لگایا جاسکتا ہے یا لفظ دیگر یوں کہو کہ ایک میٹر یسٹ عام تجربہ اور استقرار کی بنا پر علت و معلول سے صحیح سلسلہ کو مد نظر رکھ کر وہ اسباب اور مواد ہم پہنچاتا ہے کہ جن کی نسبت اسکا پورا نام تجربہ اس کے ہمیشہ مفید ہو نیکا یقین والا چکا ہے لیکن با این ہمہ ایسے علل اور اسباب پیش آجاتے ہیں جو اسکے تمام ساختہ پر داخستہ کو خاک میں ملا دیتے ہیں۔ یہاں اس واقعہ میں اسرائیل کے فرزند اپنے سوتیلے بھائی یوسف کے استیصال کے لئے وہ تمام تدبیریں کر چکے ہیں۔ جو آدمی انسان کر سکتے ہیں اور فی الحقیقت ایسی ہی تدبیریں کسی مخالف اللہ کے ہواک کر نیکی لئے دنیا میں ہوا کرتی ہیں اور ہزاروں واقعات میں ان تدبیروں کے کارگر اور مفید ہو چکے ثبوت بھی دئے ہیں مگر وہ کیا بات

ہے جو ان تمام منصوبوں اور کارروائیوں کا تار و پود دیکھ دیتی ہے اس میں شک نہیں کہ تمام واقعات قانون قدرت میں ایسی باتوں کی نظیریں بہت ملتی ہیں اور اگرچہ ایسی ہزاروں نظیریں ہمارے اصل منشا کو مضرت نہیں۔ کیونکہ ہم ان سب باتوں میں بڑی حکومت اور پورے زور سے یہ دعوے کرتے ہیں کہ ایک قادر ہمہ علم ہستی ہے جو اجازت نہیں دیتی اس کی غیریت اس بات کو روا نہیں رکھتی کہ انسان ذرات کون و فساد پر متصرف ہو کہ ہمہ قدرت اور ہمہ ہستی بن جائے۔ مگر اس جگہ ایک اور بڑی عظیم الشان بات ہے جو علوم نظریہ کی طرح دقیق اور حیرت انگیز نہیں بلکہ ایک بدیہی امر ہے اور وہ قتل از وقت ایک پیش گوئی اور دعوے کا موجود ہونا ایسے وقت میں جبکہ دنیا کی کوئی فراست کوئی حدس کوئی تخمین کوئی استقراء کوئی تجربہ حکم نہیں لگا سکتا کہ واقعات عالم اس مدعی کے گمراہوں چم لینے جس طرح اسکے دعوے کے لفظوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس ساری کارروائی میں بڑی دلچسپ بات جو خدا تعالیٰ کی ہستی کی بین دلیل ہے یہی ہو کہ زمین کے فرزندان نے ایک منصوبہ کیا اور اس میں اپنے زعم کے موافق جو جلالی پیش گوئی سے بھری ہوئی تھی اور ایک ناتوان اور بے سلمات بچہ کے منہ سے نکلی تھی وہ نامراد اور ناکام ہوئے۔

قرآن شریف میں یہ واقعہ بطور پیش گوئی کے لکھا گیا ہو۔ اس قصہ یوسف سے یہ عرض ہو کہ حامل قرآن خلیلہ الصلوات الرحمان بھی یوسف کی طرح ایسے ہی واقعات میں مبتلا ہو گا یعنی اسکا آغاز اور انجام بلا تفاوت یوسف کی طرح ہو گا۔ یہ قصہ ایک پیش گوئی کر نیوالے پر ایسے وقت میں وحی کیا جاتا ہے۔ یا یون کہو کہ ایسے وقت میں اس پر ایمین وہ اپنے حال کی نسبت پیش گوئی کرتا ہے جبکہ وہ بچہ یوسف کی طرح اپنی قوم اور بھائیوں کے ہاتھ سے ناگفتنی ظلموں اور سیدادگریوں کے اندھے کنوئین میں پھینکا گیا تھا اور اس کنوئین سے نکلنے کے لئے اسکے ہاتھوں میں کوئی زمینی سامان اور مادہ نہ تھا۔ اسکے بالمقابل اسکے حریف یوسف کے ظالم بھائیوں سے بدرجہا زیادہ قوی بدرجہا زیادہ با سامان بھو مگر کیسے جلال اور پر شوکت پیرائے میں یہ آواز اسکے منہ سے اسکے مخالفوں کے کانوں میں پڑتی ہے ”لقد کان فی یوسف و اخوته آیات للساألین“ یوسف اور اسکے بھائیوں کے واقعات میں نشان ہیں ان لوگوں کے لئے جو اس شخص کے آغاز اور انجام اور واقعات زندگی کی نسبت دریافت کرتے ہیں۔ اس بات کے ثابت کر سکے لئے کہ قرآن شریف کی یہ پیش گوئیاں جو یوسف کے قصہ کے پیرائے میں بیان کی گئی ہیں اسی قادر اور قادر اور ہمہ علم خدا کی طرف سے ہیں جو ہمیشہ اپنے راستہ باز بند و بندہ طور فرماتا رہا ہے اور جسکا ثبوت ابھی ہم یوسف کے قصہ میں دیکھے ہیں ہمیں زیادہ کوشش کر سکی ضرورت نہیں پڑتی اس لئے کہ اس عظیم الشان نبی کے واقعات زندگی ایسے صاف اور واضح ہیں کہ کسی اور دعوے کر نیوالے کی زندگی میں ان کی نظیر نہیں مگر ہم مختصراً دکھاتے ہیں کہ کس طرح

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں نے آپ کے استیصال کے لئے منصوبے کئے۔ مکہ میں تیرہ برس تک وہ دکھ دیئے جو ایک معمولی انسان کے بتاہ کرنے کے لئے بہت کافی تھے۔ آخر کار مکہ سے آپ کو نکلنے پر مجبور کیا اور اپنے وطن سے بہت دور ایک بیگانہ سرزمین میں آپ گزین ہوئے۔ مکہ کے ان قومی دشمنوں نے اس مسافر پر اس اوپری سستی میں بار بار حملے کئے یہاں تک کہ آخر کار مدینہ کی ان طاقتور قوموں کو جو اسرائیل کے باقی فرزندوں سے وہاں سکونت پذیر تھیں اور دولت اور ثروت اور طاقت میں اپنی آس پاس کی قوموں میں ممتاز تھیں اس مہاجرین پر بیگانہ کی تباہی کے لئے اپنے ساتھ ملایا۔ غرض ایک شخص کے ہلاک کرنے کے لئے جس قدر منصوبے زمینی عقل تجویز کر سکتی ہے۔ عرب کی متفقہ قوموں نے اس نبی کے استیصال کے لئے کئے۔ مگر جیسا کہ قبل از وقت پر تحدی پیشگوئی نے خبر دی تھی وہ کامیاب ہوا اور ایسا کامیاب ہوا کہ اسکی کامیابی کی کوئی نظیر دنیا میں نہیں۔ وہی شخص جو ناقابل بیان ظلموں کا نشانہ بن کر ننگے پاؤں ننگے سر صرف ایک رفیق طریق کے ساتھ مرد آزمایا باں میں رستوں کو کاٹتا ہوا اور پچھلے دنوں سے کتراتا ہوا بہت دنوں کے بعد مدینہ میں پہنچا تھا۔ آخر دس ہزار جان نثاروں کے ساتھ اس زمین میں داخل ہوتا ہے جہاں سے اسکے دشمن اسے نکال کر اپنے آپ کو بڑے کامیاب اور بامداد سمجھتے اور اسکے بھاگ جانے کی خوشی پر اس زمین کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر چراغان کی روشنی کرتے ہیں آج وہ ان کی تمام سرزمینوں اور ملاک پر اور سب سے زیادہ ان کے مقدس معبود پر متصرف ہو کر اسکے دروازے میں کھڑا ہوتا اور ان کے تمام معبودوں کو جن کی تاثیر اور ضرر اور نفع پر وہ تمام مادی لوگ بھروسہ کرتے اور انہیں متصرف عالم مانتے تھے توڑ نیک حکم دیتا ہے اور اسکے سامنے وہ بڑے بڑے سناویدا اور جبل اور عمائد اسی طرح کھڑے ہوتے ہیں جس طرح یعقوب کے فرزند مہتری یوسف کے سامنے دست بستہ کھڑے ہوئے تھے یہ وہ لوگ ہیں کہ جو عرف اور شریعت اور عقل کے نزدیک اپنے ناجائز افعال کے ذریعہ سے واجب القتل ٹھہر چکے ہوئے تھے اور وہ خود بھی اس بات کو محسوس کرتے ہیں کہ وہ اب کسی طرح قابل عفو نہیں۔ وہ کامیاب انسان ان سے پوچھتا ہے کہ تم میری نسبت اب کس قسم کے سلوک توقع رکھتے ہو وہ کہتے ہیں کہ تو کریم ابن کریم ہے۔ اسکے ہم تجھ سے توقع کرم اور رحم کی رکھتے ہیں وہ انکے جواب میں لا تشریب علیکم الیوم یرحم اللہکم و ہوا رحم الرحیمین کہتا ثابت کرتا ہے کہ تمام سورہ یوسف درحقیقت اسی کے واقعات زندگی کی نسبت پیش گوئی تھی۔

اب ہم ایک طالب حق کو اس طرف متوجہ کرتے ہیں کہ وہ اپنی پیش گوئیوں میں اس نگاہ سے غور کرے کہ کیسے وقتوں اور کیسے حالات کے ماتحت ہو کر ایک شخص زلزلہ ڈالنے والی تحدی ہو

دعوے سے ایک بات منہ سے لگتا ہے اور وہ آخر کار حرفاً پوری ہو جاتی ہے اس کے زیادہ
اس بات کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ وہ تمام پیشگوئیاں ایک قادرِ عظیم حکیمِ کبیر
سے ہوتی اور اسکے وجود پر ایک بین دلیل کا کام دیتی ہیں۔

اسی طرح قرآن شریف میں خدا تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت میں بنی اسرائیل کے عظیم الشان
بادی حضرت موسیٰ کا واقعہ بیان کیا ہے جبکہ وہ فرعون مصر کی طرف گئے اور اسکے تخت کے
سامنے کھڑے ہو کر باوجود ایک ناتوان اور ضعیف اور بے سامان انسان ہونیکے کس شوکت
اور قوت سے اس منکبر بادشاہ کو کہا قد جنک بانیہ من ربک والسلام علی من اتبع الهدی
ہم تیرے پاس اپنی سچائی کا نشان لائے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جو حق پر ہے وہ سلامت رہیگا۔
اور اسکا مخالف ہلاک ہو جائیگا۔ یہاں یہ بات غور طلب ہے کہ بظاہر کامیابی اور نجات کے
سامان کس شخص کے پاس ہیں اور غریب مسکین کون شخص ہو گیا کوئی مادی عقل کوئی مادی فرا
اس وقت عین اس حالت میں جبکہ بنی اسرائیل کے نبی نے ایک بادشاہ کو بظاہر گستاخانہ لہجے میں
یہ دھمکی دی۔ یہ حکم لگا سکتی تھی کہ ان دونوں میں جو کمزور ہے وہ غالب رہیگا اور جو قوی ہے۔ وہ
نیست و نابود ہو جائیگا۔ اور کیا یہ دعوے ایسے ناتوان انسان کے منہ سے اگر حرفاً پورے ہو جائے
کھلا ثبوت ایک قادرِ مطلق ہمہ علم ہستی کا نہیں۔ یہاں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ کیا اس مشکل اور
اس مخاطب کو کچھ بھی واقفیت اور شعور تھا کہ وہ کس طرح کامیاب ہو گا اور وہ کیونکر ہلاک ہو گا
لیکن آخر کار قابل دید یہ امر ہے کہ ایک شخص کے لئے نجات کا اور دوسرے کیلئے ہلاکت کا سامان
اسطور سے نمودار ہوا جو نہ تو ان میں سے کسی کی قدرت میں تھا اور نہ وہم و گمان میں آ سکتا تھا
ایک عرصہ کے بعد حضرت موسیٰ اپنی کثیر التعداد جماعت کو لیکر مصر سے بھاگتے ہیں۔ کچھ راستہ
طے کر نیکیے بعد ایک ایسی خوفناک رگڑ سامنے نظر آتی ہے جسکو دفعہ کرنا ان کی انسانی طاقت
میں نہیں۔ دریا اپنی پوری طغیانی کے ساتھ راہ میں حائل ہے کوئی بل نہیں کوئی کشتی نہیں
بھاگنے والے تردد اور اضطراب میں دریا کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ اتنے میں ایک شدید آندھنی اور
غبار کے نمودار ہونے اور بھٹنے کے بعد فرعون اور اسکا جبار لشکر تعاقب کرتا ہوا نمودار ہوتا ہے
منظوم بنی اسرائیل ان دشمنوں کو دیکھ کر اپنے نجات دہندہ سے کہتے ہیں ”یا موسیٰ انا لمددکون“
یعنی اے موسیٰ اب ہمیں کوئی شک نہیں اور یہ قطعی بات ہے کہ اب ہم بچ گئے اور ہمارے لئے
کوئی نجات کی راہ اور مقرر نہیں۔ مگر موسیٰ انکے جواب میں کہتے ہیں ”کلا ان معی ربی سہیدین“
یعنی ایسا ہرگز ہرگز نہیں ہو گا جیسا تم گمان کرتے ہو اسلئے کہ میرا رب یقیناً میرے ساتھ ہے
اور وہ ضرور مجھے کامیابی اور نجات کی راہ دکھائیگا اس مقام میں یہ امر غور طلب ہے کہ جبکہ ہزاروں

آدمی مشاہدہ اور تجربہ سے ایک نتیجہ پر پہنچ کر پورے یقین سے کہتے ہیں کہ حسب عادت اور عرف کے اب کوئی نجات اور فرار کی راہ نہیں۔ ایک شخص کس بل پر اُن سے بڑھ کر یقین اور قوت کے نقطہ نہیں دعوے کرتا ہے کہ ان معنی میں کہ میرا پروردگار جس نے مجھے تمہاری نجات کے لئے پالا اور پرورش کیا ہے اور بڑے بھاری کام مجھ سے لینے ہیں وہ مجھے ضایع نہیں کرے گا اور یقیناً مجھے کامیاب کرے گا۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ الفاظ اسکے علم اور اس کی قوت کا نتیجہ نہیں بلکہ یہ الفاظ اسکے منہ میں اس قادر مستی کے ڈالے ہوئے ہیں جس کا دست تصرف اس عالم کے ذرہ ذرہ پر کھلے طور پر حکمران ہے +

غرض خدا تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت میں قادرانہ پیشگوئیوں اور تحدیوں سے بڑھ کر اس عالم میں اور کوئی ذریعہ نہیں۔ اور قرآن شریف کی بڑی بھاری خصوصیت اور اسی کتاب کے ساتھ یہ صفت مخصوص ہے کہ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ثبوت نبوت میں اور ثبوت ہستی باری تعالیٰ میں انہی علمی نشانات کو جوابدہ آداب و نام زندہ رہنے والے ہیں اور کسی سائنس اور مادی علم کی طاقت نہیں کہ ان کا مقابلہ کر سکے و انہی اور ابدی معجزہ قرار دیا ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک + ہم ثابت کر چکے ہیں کہ قرآن شریف ہی ایک ایسی کتاب ہے جس نے اپنے منجانب اللہ ہونے اور اپنے لائیو الے کی صداقت نبوت اور ثبوت ہستی باری تعالیٰ کو غیبی مقتدر پیشگوئیوں پر متوقف رکھا ہے اور درحقیقت یہی ایک علمی معجزہ ہے جو قرآن کریم کے دعویٰ اور دلائل کے درخت کو ہر زمانہ میں علوم جدیدہ کے سموم اور صحر کے مقابلہ میں بے برگ و بے ثمر ہونے سے بچاتا ہے لیکن اس لئے کہ اس کا یہ دعوے جو اس نے اپنی نسبت کیا ہے کہ میں مبارک کتاب ہوں۔ یعنی میرے برکات اور ثمرات ہمیشہ زندہ رہیں گے خدا تعالیٰ نے اس میں یہ خوبی رکھی ہے کہ وہ دعوے یا پیشگوئیاں یا خدا سے مکالمات جو اس نے ان انبیاء کی نسبت بیان کی ہیں جن کا ذکر اس کتاب میں آیا ہے اسکے حقیقی پیروں میں وہ علامتیں ہمیشہ پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ ہر زمانہ میں قرآن شریف کی برکات سے نور حاصل کر رہے ہوں ان کے موافق ان باتوں کے ثبوت دیئے ہیں لیکن اس وقت ہم گزشتہ داستان کو چھوڑ کر حال کے زمانہ کے ایک خادم قرآن کا ذکر کرتے ہیں جس نے اس علمی اور عقلی زمانہ میں بڑی قوت اور دلیری سے یہ دعوے کیا ہے کہ اس کو وہ تمام معجزات اور طاقتیں اور صفیتیں دی گئی ہیں جو تمام انبیاء کی نسبت قرآن شریف میں مذکور ہوئی ہیں ہم قطع نظر ان تمام بلند اور عجیب اور واقعی دعویٰ کے جو اس انسان کامل نے کئے ہیں اور معائنہ کے میں ثبوت دیئے ہیں اس مضمون کے موضوع کے لحاظ سے صرف انہی پیشگوئیوں پر اتفاق کرتے ہیں جن کے مقتدرانہ غیب پر مشتمل ہونے کے سبب سے خدا تعالیٰ کی ہستی کا بین ثبوت

ملتا ہے۔ منجھلا س کے ایک وہ پیش گوئی ہے جو اس زمانہ سے چوبیس پچیس برس پیشتر ابھری
 مین لکھی گئی ہے اور یہ ایسی کتاب ہے کہ جو دنیا کے مختلف ملکوں مین مختلف قوموں اور مذہبوں کو
 ہاتھوں مین موجود ہے اور وہ پیش گوئی یہ ہے ”یا توں مین کل منج عیق۔ یا تیک مین کل
 منج عیق“ یعنی لوگ تیرے پاس زمین کے اطراف کثافات سے جوق جوق آئیں گے تیرے پاس
 زمین کی ہر طرف سے نئی نئی اور ہدیے آئیں گے۔ یہ ایک پیش گوئی ہے قریب ہے کہ کوئی شخص
 محدود اور سرسری نگاہ سے اس کی طرف التفات نہ کرے مگر جب اس زمانہ کے واقعات اور لوازم پیش نظر
 رکھے جائیں جب مدعی کے منہ سے یہ پر زور لفظ نکلے تو بے اختیار اقرار کرنا پڑے گا کہ یہ عالم الغیب
 متصرف عالم خدا کے الفاظ ہیں جن دنوں مین یہ وحی یا غیب کی بات اس کتاب مین لکھی گئی۔
 مصنف ایسے گمنامی کے گوشے مین زندگی بسر کرتا تھا کہ قرب و چار کے بہت سے لوگ بھی اسے نہ
 جانتے تھے۔ نہ وہ ان دنوں مین گوشہ تنہائی کی لذت اور الفت سے سبب سے کسی کو دکھنا
 پسند کرتا تھا اور نہ اس نے اپنے گرد و پیش کوئی ایسا دل چسپی کا سامان جمع کر رکھا تھا کہ کسی
 دل مین اس کے دیکھنے کی کشش یا خواہش پیدا ہوتی۔ لیکن بتدریج اس پر ایسا وقت آیا کہ جس نے
 اس اخبار غیب کو حرفاً پورا کیا اور آج ایک عالم اپنی آنکھوں سے اس کی سچائی کا بے اختیار
 اعتراف کرتا ہے۔ اس کے مطابق اور مؤید اسی کتاب مین ایک دوسری وحی ہے جو یہ ہے
 لا تصغر لخلق الله ولا تسئم من الناس۔ یعنی خدا کی مخلوق سے تکبر اور تحقیر سے پیش نہ آنا۔ اور
 خلقت کی کثرت اور ہجوم سے ملول اور دلگیر نہ ہونا۔ اس نادرا اور عجیب آواز پر جبکہ اس آواز کا
 سننے والا اسی وقت حیران ہوتا اور اپنے پاس اس آواز کا مصداق کسی طرح کا موجود نہ پاتا تھا
 یہ وحی صاف بتاتی تھی کہ یہ شخص ایک وقت مین خلق اللہ کا مرجع و مآب ہو گا چنانچہ ایسا ہی
 ہوا۔ اور اب اس خبر غیب کی سچائی کے اتنے گواہ ہیں کہ جن کا گناہ نہایت مشکل ہے۔ پھر اسی
 زمانہ مین اس کتاب مین ایک اور وحی درج ہوئی جس نے بڑی صفائی اور قوت کے ساتھ ان
 تمام انقلابات اور فتن کی خبر دی جو دنوں سے عجیب ترتیب سے اس شخص کی زندگی
 مین واقع ہوئی۔

اسی طرح امرت سر کے مقام مین عیسویت کے ایک بڑے نامی زعمیم اور وکیل کے ساتھ بحث
 کر نیے بعد جبکہ علمی رنگ مین اسلام کی سچائی کے دلائل کے بیان کر نیے فارغ ہو چکا۔ یہ پیشگوئی کی
 کہ خدا کے عالم الغیب اور قادر نے مجھے اطلاع دی ہے کہ سچا مذہب ہونے اور بانی اسلام کے
 منجانب اللہ ہونے اور خدا کے حق قیوم قادر مطلق خدا ہونیکا ثبوت اور عیسویت کے
 مردہ مذہب اور بے برکت ہونے اور مسیح کے ایک ضعیف اور سکیں انسان ہونے اور

خدائی کے صفات میں سے اسکے قطعاً حصہ دار نہ ہونیکا ثبوت یہ ہے کہ میرا حریف مقابل پندرہ مہینے کے عرصے میں بشرطیکہ اس اثنا میں حق کی طرف رجوع نہ کرے اس جہان سے رخصت ہو جائیگا یہ بڑی دلیری اور قوت کی بات ہے جو مسلمان اور عیسائیوں کے ایک بڑے مجمع میں روز روشن میں کی گئی۔ اسوقت ان الفاظ کی عظمت اور ہیبت جو سامعین کے قلوب پر طاری ہوئی اس کا صحیح اندازہ حاضرین کے سوا دوسرا شخص کم کر سکتا ہے اگرچہ اسوقت بھی بعض ایسے دل تھو جو ان الفاظ کی قوت اور شکم کی جمہیت باطن اور متانت ظاہری اور وجاہت کو مطالعہ کر کے یقین کراٹھے کہ یہ الفاظ ایک ضعیف بعلم اور محدود الطاقت انسان کے نہیں ہو سکتے۔ مگر آخر کار ہر ایک موٹی اور باریک نظر کے سامنے یہی طور پر اس پیش گوئی کا نظارہ واقع ہوا۔ اس پیش گوئی میں اصل مغز اور سر اور مقصود ایک شخص کی موت تھی جو انسانی علم اور قیاس اور حدس سے بالاتر پیش گوئی تھی لیکن مجدد اور کم اندیش عقلموں کے نزدیک پھر بھی اس دعوے میں ایک التباس ممکن تھا کہ کوئی شخص یہ قیاس کرتا کہ پیش گوئی کرنیوالا ایک حاذق طبیب ہے۔ اور حریف مقابل کو بالفعل حست و چاک ہے مگر بوڑھا ہے اسلئے نہایت قرین قیاس ہے کہ بعض آثار اور قراین سے جو کسی علم کی بنا پر پیش گوئی کرتیوالے کے نزدیک بتیں ہوں۔ اور دوسروں کے نزدیک مخفی یہ دعوے کیا گیا ہو۔ مگر اس دوسرے شق نے جو ایک الگ اور ایسی ہی زبردست پیش گوئی تھی یہ ثابت کر دیا کہ یہ ساری باتیں خدائے عالم الغیب کی طرف سے تھیں۔ ایک شخص کی نسبت جو ایک مذہب کا مسلم وکیل اور ساری عمر اسکی طرف سے غیر قوموں کے ساتھ بحث کرنیوالا اور اپنی قوم میں دیانت امانت اور اتباع مذہب میں مشہور تھا۔ اسکی نسبت یہ دعوے کرنا کہ ہلاکت تو بہر حال اسکے لئے مقدر ہے اور وہ ضرور مرے گا۔ مگر ایک وقت اس اثنا میں اس کی زندگی میں ایسا بھی آئینا کا اس سچائی کا جو اسکے مقابل مدعی نے اپنے پر زور پر تھدی الفاظ میں اسکے سامنے پیش کی ہے اسپر رعب پڑ گیا اور وہ برخلاف اپنے عقیدے کے اپنے ایمان میں متزلزل اور متروک ہو کر ایک خام شکی کی طرح بد دل ہو جائیگا اور اس انسان خدا پر جسے وہ الفاظ اور میگا کہتا تھا اس کا ایمان نہ رہیگا۔ اسلئے وہ چند دن کے لئے اس سترائے موت سے بچ رہیگا۔ چنانچہ آخر کار اس لمبی دوڑ میں جو عجیب نظاروں کے ساتھ واقع ہوئی۔ یہ ثابت ہو گیا کہ اسنے اس استقامت اور استقلال سے جو عیسوی مذہب پر ایمان اور انسان خدا پر توکل کرنے کے سبب سے اسے چاہئے تھی۔ اپنے تئیں بالکل بے ہرہ ثابت کر دیا۔ اس نے دوست دشمن پر اپنی سرگردانیوں اور پریشانیوں اور شہر نشہر نقل مکان کرنے اور کسی طرح بھی کسی اپنے حامی و ناصر سے تسلی نہ پانے سے ثابت کر دیا کہ اسکے دل پر اس پیش گوئی کی سچائی نے بڑے زور سے پنچہ مارا تھا

آخر کار چونکہ وہ اصل سچائی کے اختیار کرنے سے جو اس طرح پردائی اور مستقل اور برہنہ طور پر ایمان لانا تھا محروم رہا۔ خدا کی پیش گوئی کی سچائی پر دشمنوں نے پردہ ڈالنے کے لئے بہت کوشش کی۔ جبکہ انہوں نے اپنے ضمیروں اور واقعات کے خلاف یہ مستہز کیا کہ اس نے حق کی طرف رجوع نہیں کیا یعنی وہ عیسویت پر ایمان اور توکل میں مستقیم الحال رہا۔ مگر پیشگوئی کر نیوالے نے جو غیبی طاقتوں سے معمور تھا۔ ان کے دلیل معون کے مقابل میں سکوت اختیار کیا۔ اس نے پہلے سے زیادہ قوت کے ساتھ یکے بعد دیگرے چار اشتہار دئے جن میں ایک ہزار سے چار ہزار تک روپے کا انعامی وعدہ تھا۔ اس شرط پر کہ عبدالدا آتھم جو اس پیشگوئی کا نشانہ تھا ایک مجمع میں کھڑا ہو کر تقسیم کئے کہ اس نے حق کی طرف رجوع نہیں کیا۔ اس سے دو باتیں حاصل ہون گی ایک یہ کہ پیشگوئی کر نیوالے کی مسلم اور مشہور وجاہت اور اسکے تمام دعاوی ہمیشہ کے لئے خاک میں مل جائینگے اور معالے زر کثیر کے نقصان کا متحمل ہونا پڑے لیکن عبدالدا آتھم جو اپنی بساط اور کائنات سے پورا واقف تھا۔ قسم کھانے اور میدان میں نکلنے کی جرات نہ کر سکا اور یوں ان تمام الفاظ کی سچائی پر اور خدا کی ہستی کے ثبوت پر ابدی مہر لگا دی +

ایک اور واقعہ جو ملک پنجاب اور ہندوستان میں یا وجود سات برس کے گزرنیکے اتناک ہزار کاانون میں زندہ اور تازہ گونج رہا ہے۔ یہ ہے کہ آریہ قوم میں ایک شخص لیکھرام نے جو اسلام کے خلاف بڑی تیز زبانی اور بمیاکی سے بولتا تھا اس خدا کے نبی سے درخواست کی کہ اگر اسکا دعویٰ سچا ہے اور وہ خدا سے ہم کلام ہوتا ہے اور اسلام سچا نہ ہے تب تو اسے بھی دکھایا جائے۔ میرزا غلام احمد نبی الدن نے عالم الغیب کا درمیان خدا کی طرف توجہ کی سخاٹے فرمایا کہ یہ شخص جبہ برس کے عرصہ میں عذاب اور سختی کے ساتھ ہلاک ہو جائیگا۔ یہ ممکن تھا کہ کوئی رحمت اور فضل کا نشانہ اس موقع پر دیا جاتا جو اس شخص کے لئے حق کی طرف ہدایت کا موجب ہوتا۔ مگر اس شخص کی ثابت شدہ سنگدلی اور بد زبانی اور دلازاری جزائے مطابق کی سنت کے طور پر تقاضا کرتی تھی کہ اسکے وجود کے ذریعہ سے ایک ایسا نشان ظاہر ہو جو طبائع پر ایک زلزلہ اور رعب ڈال دے آخر جبکہ مقررہ ميعاد کے گزرنے میں بہت تھوڑا عرصہ باقی رہ گیا تھا۔ آریہ سماج کا مشہور قومی مضبوط الجنہ اور تیس برس سے کچھ اوپر عمر کا نوجوان لیکھرام لاہور میں ٹھیک اسی طرح پر مارا گیا جس طرح پیش گوئی کے حرف دعویٰ کرتے تھے۔ جاننے والے اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ خدا کے کلام میں جو اس شخص کی نسبت نازل ہوا۔ اس کی بھیانک موت وقت موت اور طرز موت کا ایک عرصہ پہلے وہی ظاہر دکھایا گیا تھا جسے وقوعہ کے وقت حاضر اور ناظر لوگوں نے مشاہدہ کیا۔ چنانچہ پیشگوئی کے ان اشعار میں جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں وہ الالے دشمن نادان بیراہ + برس زینت بران محمد

الائے منکرانِ محمدؐ ہم از نور نمایان محمدؐ کہ است گر چہ بے نام و نشان است + بیانیگرِ علمان محمدؐ
 بترس از تیغِ بران محمدؐ میں ایک ہاتھ کی تصویر دی گئی ہے جس کی انگشت سبایہ اشارہ کرتی ہے اس عنوان
 کی طرف ”یکھرام پیشاوری کی نسبت ایک پیش گوئی“ اس شخص کی موت نے آریہ سماج کے گھروں میں
 وہ ماتم اور شیون برپا کیا جس کا بیان کرنا مشکل ہے تمام پنجاب میں اس طرف سے
 اُس طرف تک ایک شور مچ گیا اس لئے نہیں کہ وہ ایک آریہ سماج کا میر تھا بلکہ اس لئے کہ وہ آریہ
 سماج کے جدید مذہب اور تازہ جوشون اور نئے دعوت کا لائیکر حامی اور مؤید اور مجسم تصویر تھا
 آریہ سماج کو اس بات کے احساس نے بہت تکلیف دی کہ ان کے مذہب کے مخالف غلام احمدؒ کی
 کی پیش گوئی کے مطابق یکھرام کا مرنا ان کے مذہب کی خوفناک ذلت اور کمزوری کا باعث تھا اس لئے
 انہوں نے اس کے قتل کے بعد قاتل کی تلاش میں ان تمام انسانی زور و اور ذریعوں کو استعمال
 کیا جو ایک طاقتور اور نو دولت قوم ایسے موقع پر کر سکتی ہے۔ اسکے علاوہ رحمدل اور فیاض گورنمنٹ
 نے بھی ان کی مدد میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ مگر تعجب کی بات ہے کہ قاتل کا کوئی سراغ نہ لگا۔ اگرچہ
 گورنمنٹ اور پھر انگلش گورنمنٹ جو رعایا کے حالات کے جانتے ہیں تمام دنیا کی گورنمنٹوں سے زیادہ
 باخبر اور تیز بین ہے اور گورنمنٹ خوب جانتی تھی اور جانتی ہے اور اس بات کے لئے اسکے پاس
 کافی ذریعے ہیں کہ میرزا غلام احمدؒ علاوہ اسکے کہ ایک مسلم پاک زندگی بسر کر نیوالا بے شر انسان تھا
 جس کا دعوے اور نیا دعوے یہ تھا کہ وہ عالم میں پاکیزگی امن اور صلح اور خدا سے سچی تعلق اور
 بنی آدم سے پاک محبت پھیلانیکے لئے مامور ہوا ہے اس کا خاندان یعنی اسکا باپ اور بھائی گورنمنٹ
 کے نزدیک وفادار اور جان نثاری میں مسلم تھے اور اس لئے گورنمنٹ کو اس خوفناک قتل کے
 متعلق شبہ کرنے کی کوئی گنجائش نہ تھی کہ اسکا بانی مرزا غلام احمد صاحب ہو سکتے ہیں لیکن ظاہری
 قانون کی پابندی یا ایک حکام کے استغاثہ کی تائید نے گورنمنٹ کو مرزا غلام احمد صاحب کی خانہ لاڈ
 کی طرف متوجہ کیا۔ ناگہان ایک دن ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس مع اپنے ماتحت افسروں کے قادیان میں آیا
 اور مرزا صاحب کے تمام کاغذات اور کتابیں جہان جہان پڑی تھیں بڑی محنت سے ان کی پڑتال
 کی جس سے غرض یہ تھی کہ شاید اس قتل کے متعلق کوئی پہلی تجویز کردہ خط و کتابت یا سوچے ہوئے
 منصوبے کی اطلاع ملجائے مگر سچائی نے ان افسروں کو بڑی صفائی سے اپنا پلہ پاک کر کے دکھایا۔
 ممکن ہے کہ کسی ناواقف اور غور نہ کر سکنے والے دل میں یہ شبہ گزے یا اتیک قائم ہو کہ یہ حقیقت
 مرزا صاحب کے اشارے سے ہوا ہو اور جیسا کہ کبھی کبھی ہوتا ہے اسباب تحقیق تفلیش کی عدم
 تکمیل کے سبب سے اس امر کی پردہ براندازی نہ ہو سکی ہو۔ لیکن یہ ملاحظہ اس شبہ کو بڑی صفائی
 سے رد کرتا ہے جب دیکھا جائے کہ مرزا صاحب کے گرد و پیش کون لوگ رہتے ہیں ان کے تمام امور

میں خواہ جلوت کے متعلق ہوں خواہ خلوت کے اگر کچھ مداخلت اور مشاورت ممکن ہو سکتی ہے تو کن لوگوں کی ہے ایک گروہ ایسا ہے کہ جو زمانہ کا پورا مزاج شناس خوب سرد و گرم سے واقف نہی تعلیم کی معراج پر پہنچا ہوا گہری نگاہ سے دیکھنے والوں ہر ایک امر کو تنقید اور تحقیق کی محاک پر کسے ٹہی۔ اے ایم۔ اے تنگ ڈگری یافتوں نو جوانوں کا ہے۔ ایک گروہ بڑھے سن رسیدہ خدا کے لئے یا سچائی کے لئے سچائی کے سیکھنے اور سچائی کی حمایت کے لئے دولت جہاد اور دنیوی وجاہت کو چھوڑ کر نہایت غربت اور خاکساری میں زندگی بسر کر نیوالوں کا ہے انکے چال چلن دوست اور دشمن میں بے دماغ بے عیب اور معروف ہیں ان کے علم اور فعل اور تقویٰ اور دیانتداری اور استبازی کو بالاتفاق تسلیم کیا گیا ہے۔ بیچ کے لئے جان اور مال اور آبرو کا دینا انہیں آسان سے آسان ہو اور باطل اور جھوٹ انکے نزدیک ہر مکروہ شے سے زیادہ مکروہ ہے رات دن قرآن شریف کی تعلیم اور شاعت میں سرگرم ہیں۔ ایسا ہی مختلف جنسوں اور مذاقوں کے لوگ جن کا درحقیقت ایک ہی مقصد سچائی کو دیکھنا اور سچائی کو حاصل کرنا ہے اس جگہ بیٹھے ہیں ان مختلف طبقوں کے لوگوں کو بڑے ذوق سے یہ یقین ہے کہ ان پر مدعی نبوت کی زندگی کا بیلک اور پراپیٹ جیسے روز روشن کی طرح عیدان ہے انہیں بصیرت سے یہ یقین ہے کہ ان کے سوا مرزا صاحب کی تدبیر اور تجویزوں کو علمدرا مدین لائیکا اگر کوئی ممکن آلا ہو سکتا ہے تو وہی ہیں یا این ہمہ یہ سب لوگ اپنی عزت اپنی جان اپنے مال اپنے خدا کے لئے اس ذوق اور ایمان سے بھرے ہوئے ہیں اور ہر وقت اور موقع میں شہادت دیتے اور دینے کو تیار ہیں کہ لیکھرام کی موت کی پیش گوئی حضرت مرزا صاحب کے منہ میں عالم الغیب کا مطلق خدا نے دی اور وہ آخر کا اسی طرح پوری ہوئی جس طرح تمام راستباز نبیوں کی باتیں پوری ہو کر تھیں وہ اس بات پر بلا تذبذب ایمان رکھتے۔ اور دلائل اور قرائن سے اپنے ایمان کی پختگی اور صحت پر ناز کرتے ہیں کہ ان کی احمدی قوم میں سے کوئی فرد اس قتل کا مرتکب نہیں ہوا۔ اگر پیش گوئی کی طرف سے اسکے الفاظ سے صراحت سے یا کتبہات سے یا اسکے اعمال و افعال سے کسی قسم کی بوا اس کا ردوائی کے متعلق انہیں محسوس ہوتی تو سب سے پہلے اس سلسلہ اور اسکے بانی کو سخت نفرت سے چھوڑنے والے وہی ہوتے۔ اس لئے کہ اس انسان کو انہوں نے راستبازی اور سچ کی خاطر قبول کیا تھا اور اس راہ میں جو قربانیاں ممکن ہو سکتی تھیں انہوں نے اپنے ہاتھوں سے دی تھیں +

غرض خدا کی ہستی کے ثبوت کے لئے اخبار غیب کی پیش گوئیوں سے بڑھکر اور کوئی دلیل نہیں اور یہ عزت اور فخر صرف قرآن کو حاصل ہے کہ جیسا شروع میں اسکے لائیوالے نے اپنے منجانب ادا ہونیکے لئے ان علمی اور بین ثبوتوں پر اپنا مدار کار رکھا تھا اب تک بھی وہی بابرکت سلسلہ زندہ موجود ہے

منجملہ خدا کی ہستی کے ثبوتوں کے ایک یہ بات ہے جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے بڑی اُردو تہذیب سے دنیا میں شائع کی ہے کہ قریب نوے برس تک اس کی عمر ہوگی اور اس اثنائے میں اس کی آنکھیں ان اسکے مفاصل ان ناتوانیوں اور تباہیوں سے محفوظ رہیں گے جو عادات ایسے اوقات میں بڑھوتری نازل ہوا کرتی ہیں یہ دعویٰ متفرق کتابوں میں صاف صاف نفلوں میں مشہور کیا گیا ہے بڑی خوبصورتی اس پیش گوئی کی اس وقت معلوم ہوتی جب تک دیکھا جاوے کہ مدعی کی جسمانی حالت دعویٰ کے وقت مادی نگاہ میں کس قسم کی ہے یہ بات تمام واقفین پر روشن ہے کہ دو بیماریاں اس شخص کے ساتھ ہمیشہ لازم رہتی ہیں ایک بیماری جسم کے اوپے کے حصہ یعنی سر سے تعلق رکھتی ہے جس کے شدید جو ش کی وقت بد اطراف کا وہ غلبہ ہوتا ہے کہ گم کیا ہوا لوہا بھی جسم پر لگانے سے بے اثر ثابت ہوتا ہے دوسری بیماری جسم کے حصہ زیرین سے تعلق رکھتی ہے وہ ہے پیشاب کی کثرت اور ہضم کا اپنے اعتدال پر نہ رہنا یہ دو کمین اس قسم کی ہیں کہ عام انسان ان میں مبتلا ہو کر بہت تھوڑی زندگی پاتے ہیں لیکن با این ہمہ ایک شخص بڑی قوت سے یہ دعویٰ کرتا ہے کہ خدا نے مجھ کو کہا ہے کہ میں تجھے حیات طیبہ کا شرف بخشوں گا اور تو اتنی لمبی عمر میں ارذل عمر کے نشاںوں میں سے کوئی نشان نہ دیکھے گا۔ یہ دعویٰ بالکل ثابت کرتا ہے کہ وہ اس توانا ہستی کی طرف سے ہے جس کی حکومت کا جو اطوعا و کرہا ایک ذرہ عالم نے گردن پر اٹھا رکھا ہے۔ ورنہ اگر عرف اور عادات میں ایسا دعویٰ کرنے کی کسی عام منہ کو جرات ہو سکتی ہے تو اس کی نظیر تیار کیا ایک اور بڑی دلیل ثبوت ہستی باری تعالیٰ پر یہ ہے کہ کوئی مامور مرسل جزام برص صرع نابینائی۔ فلج۔ اور ایسے خبیث امراض و اسقام میں مبتلا نہیں ہوا جو عرف میں لوگوں کے شفا و کراہت کا باعث ہوتی ہیں۔ اسلئے کہ اگر یہ لوگ ایسے گھونے امراض میں مبتلا ہوتے تو وہ اصلاح عالم کا کام جسکے لئے وہ آئے تھے بھی پورا نہ ہو سکتا اور یہ امراض ہی ان کی تکذیب کے لئے کافی دلیل ہو جائے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا ان امراض

”عیسائیت کی اثنائے میں کاؤٹین“

ایک عیسائی پرچہ ماروسٹ فیلاڈ کے تازہ نمبروں میں مختلف مضمون عنوان بالاسکے متعلق چھپے ہیں حسب معمول ان مضامین کے لکھنے والوں نے جو قیاس ممکن تھا کیا ہے لیکن صحیح نتیجہ پر ایک شخص بھی نہیں پہنچا بعض کا خیال ہے کہ پادریوں کی فوج کی کافی تعداد بھی ملک دنیا میں نہیں میلی

صنے ذرا تباہی کیڑوں میں منتقل اور تیز کا مادہ ہے کہ جسکی وساطت سے وہ افراد انسانی پر حملہ کرینگے وقت

مگر گورنمنٹ ہے۔ درحقیقت یہ غیر بنی بڑا نشان ہے اس کا وار کے وجود پر دلالت الحمد للہ عبدالکریم از قادیان

مگر گورنمنٹ ہے۔ درحقیقت یہ غیر بنی بڑا نشان ہے اس کا وار کے وجود پر دلالت الحمد للہ عبدالکریم از قادیان

جس سے شاید ان کا یہ منشا ہے کہ جب تک ایک ایک غیر عیسائی انسان کے لئے ایک ایک پادری عظیم موجود نہ ہو تب تک وہ پادریوں کی تعداد کو کافی نہیں سمجھتے اس کی تردید خود ایک دوسرے مضمون میں نے کر دی ہے کیونکہ وہ لکھتا ہے کہ پادریوں کی تعداد اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ خود یہ تعداد ہی عیسائیت کے پھیلنے میں ایک عظیم نشان روک ہو گئی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ کوئی مذہب دنیا میں ایسا نہیں ہوا نہ ایسا موجود ہے جس کی اشاعت کے لئے اس قدر تنخواہ باب و عظیم کا سلسلہ اورتے بڑے ذرائع موجود ہوئے ہوں جو کہ عیسائی مذہب کو مسیح میں اور باوجود اسکے کبھی ایسی ناکامی ایسے ذرائع کے سوتے ہوئے کسی مذہب کو نہیں ہوئی جیسی کہ عیسائی مذہب کو ہوئی ہے پادری لوگ بیرونی ملکوں میں لکھ اپنے دلونکو ان باتوں سے خوش کر رہے ہیں کہ اتنے سونے آدمی عیسائی مذہب میں داخل ہو گئے ہیں مگر تعجب ہے کہ اس بات کا افسوس ان کو کیوں نہیں کہ عیسائی ملکوں میں ہزاروں انہیں لاکھوں آدمی عیسائی مذہب سے لگے جا رہے ہیں انہیں میں ایک مضمون نویس یہ لکھتا ہے کہ تعلیمی مشنوں کا وسیع سلسلہ خدا کی سلطنت کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ ہم بھی اس سے اتفاق کرتے ہیں بشرطیکہ خدا کی سلطنت کے صحیح معنی لئے جائیں۔ اور ایسا رہتا اور بڑھاتے ہیں کہ تمام مشنیں خواہ تعلیمی ہوں یا غیر تعلیمی خدا کی سلطنت کی سخت ترین دشمن ہیں کیونکہ وہ ایک عاجز ضعیف بیچارہ انسان خدا کے ذوالجلال کا مرتبہ دے رہے ہیں۔ لیکن ان بگڑے ہوئے معنوں میں جن میں خدا کی سلطنت سے عیسائیت مراد لی جاتی ہے۔ یہ رائے کسی صورت میں درست نہیں کیونکہ تعلیمی مشن بھی دوسروں کی طرح دن رات اپنے مذہب کی تائید اور اشاعت میں مصروف ہیں ساتھ ہی ہم اس بات کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ اس قدر کامیاب نہیں ہو سکتے جیسا کہ دوسرے مشن۔ کیونکہ جس قدر زیادہ تعلیم یافتہ لوگ ہونگے اسی قدر کم وہ ایک انسان کی الوہیت کے مسئلہ کو ماننے کے لئے تیار ہونگے۔ جسکو اب سب دانشمند آدمی ترک کر رہے ہیں حتیٰ کہ وہ لوگ بھی جو خود عیسائی کہلاتے ہیں تعلیم اور عیسائیت ایک دوسرے بالکل مخالف ہیں اور تعلیم کے پھیلنے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ عیسائی مذہب نیست و نابود ہو جائے یہ امر کہ عیسائی مذہب اس وقت زوال کی طرف جا رہا ہے اور تعلیم یافتہ دلون سے اسکا اثر کم ہو رہا ہے اس قدر میں ہے کہ اس کا ثبوت دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔

انبار مذکور کا ایک اور نامہ نگار یہ رائے ظاہر کرتا ہے کہ سب سے بڑی مخالف طاقت نہیں ہے جبکہ عیسائیت کو سامنا ہے ایک دوسرے توحیدی مذہب یعنی اسلام کا وجود ہے جو کہ آہستہ آہستہ تمام مستعطل طوائف کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے اور پھر انکو عیسائی مذہب کا اس قدر سخت اور پکا دشمن بنا دیتا ہے کہ ان سے عیسائی مذہب کو بالکل مایوس ہونا چاہئے۔ یہ رائے بیشک صحیح ہے

یہ ایک مسلم امر ہے اور عیسائی خود ہمیشہ سے اسکو تسلیم کرتے رہے ہیں کہ جہاں اسلام اور عیسائیت
 کو اشاعت کا موقع ملا ہے باوجود اسکے کہ اسلام کے پاس عیسائی مذہب کی نسبت بہت کم ذرائع
 اشاعت کے تھے اور باقاعدہ مشن اور تنخواہ یا باقاعدہ باطل موجود نہ تھے پھر بھی اسلام نے عیسائیت
 کی نسبت کئی گنا زیادہ ترقی کی ہے۔ افریقہ ایک ایسا میدان ہے جہاں اسلام اور عیسائیت پہلو
 پہ پہلو اشاعت کا کام کر رہے ہیں اور باوجود ان تمام نقصوں اور رد کون کے جو اسلام کی اشاعت
 میں دیرپیش ہیں اور پارہیون اور مشنوں کی کثیر تعداد کے جو عیسائیت کے پاس ہیں عیسائیت نے
 بمقابلہ اسلام سخت زک اکٹھا کی ہے اور ناکام ثابت ہوئی ہے ہندوستان میں بھی بعینہ یہی نقشہ
 واقعات کا ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ چنانچہ گذشتہ مردم شماری کی رپورٹ سے بھی یہی ظاہر
 ہوتا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ اسلام کی تعلیم ایسی سیدھی سادھی اور فطرت انسان کے
 ایسی مطابق ہے اور برعکس اسکے عیسائیت کا عقیدہ یسوع کی الوہیت اور کفارہ کا ایسا بیہودہ
 اور انسانی عقل سے اس قدر دور پڑا ہوا ہے کہ جس شخص نے ایک دفعہ اسلام کے پاک اصولوں کو
 سمجھ لیا ہے وہ کبھی عیسائیت کا رخ نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی جب یہ دونوں تعلیمیں اکٹھی پیش ہوں
 کسی کو اس امر کے سمجھنے میں کوئی دقت پیش آتی ہے کہ ان دونوں میں سے کونسا سچا اور کونسا
 جھوٹا مذہب ہے۔ وہی نامہ نگار یہ بھی لکھتا ہے کہ انگریزی سلطنت درپردہ عیسائی مذہب
 کی اشاعت میں بڑی بھاری روک ہے اور اسکے دو وجوہ بتاتا ہے۔ اول یہ کہ عیسائی مذہب
 ہندوستان کے اعلیٰ حکام کا مذہب ہے۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ یہ کیونکر عیسائی مذہب کی اشاعت
 میں روک کا باعث ہے بلکہ برخلاف اسکے یہ امر عیسائی مذہب کا مؤید ہے کیونکہ حکام کے مذہب
 کی طرف خود بخود میلان ہوتا ہے جسکے وجوہ زیادہ تر اغراض دنیوی ہوتے ہیں اور یہی ایک بڑا
 آلہ ہے جس سے عیسائی مذہب دنیا میں پھیلا ہے۔ دوسری دلیل جو اس امر کے متعلق راقم
 مضمون نے دی ہے وہ گورنمنٹ کا ہر ایک مذہبی فرقہ سے بے رورعایت تعلق سے جسکو راقم
 ان الفاظ میں ظاہر کرتا ہے کہ گورنمنٹ کی اس پالیسی نے اس قوت کو جو حکومت کے ذریعے
 عیسائی مذہب کو حاصل ہو سکتی تھی قطعی طور پر زائل کر کے نقصان پہنچایا ہے۔ راقم مضمون کو
 شاید اکتیس اور شارلین کے زمانے یاد آگئے ہیں جب حکومت کے دباؤ سے لوگ عیسائی مذہب
 میں داخل ہوتے اور وہ اس روشنی کے زمانے میں گورنمنٹ کی بے رورعایت پالیسی کو ایک
 ضرر رسان پالیسی بتاتا ہے حالانکہ ہندوستان میں سلطنت انگریزی کی بڑی بھاری برکتوں
 میں سے یہ ایک برکت ہے اس سے معلوم ہوا کہ عیسائی مذہب بغیر اسکے ترقی نہیں کر سکتا کہ
 یا تو دنیوی حکومت اسکے ساتھ ہو اور یا کم از کم دنیوی حکام کی طرف اسکو ناجائز مدد ملے اور کھلے

اور صاف میدان میں یہ مذہب کسی ترقی کے قابل نہیں۔ تعجب آتا ہے کہ پادری لوگ بعض مسلمان پادشاہوں کی شکایت کیا کرتے ہیں کہ انہوں نے اسلام کے پھیلانے میں کسی قدر دنیوی طاقت سے کام لیا۔ اور خود اب تک اس امر کے خواہشمند ہیں کہ عیسائیت کے پھیلانے کے لئے ناجائز ذرائع سے قایدہ اٹھایا جائے۔

اس تمام بحث سے اخبار باروسٹ فیلڈ نے دو باتیں چن لی ہیں جو اسکے نزدیک مسیح کی سلطنت کے لئے بڑی رکاوٹیں ہیں اول تو یہ کہ کیا ہندو اور کیا مسلمان اپنا گنہ گار ہونا پورے طور پر بخوش نہیں کرتے۔ اور دوسرا یہ کہ اخلاقی جرأت سے وہ بالکل بے بہرہ ہیں۔ ان دونوں باتوں کو عیسائی مذہب کے ہندوستان میں پھیلنے کے لئے واقعی رکاوٹیں قرار دیا گیا ہے۔ اور اسکا علاج یہ بتایا گیا ہے کہ ہندوستان میں واعظ کے لئے ضروری ہے کہ جیسے وہ خوشخبری دینے والا ہے ایسے ہی وہ نبی بھی ہو۔ اور جیسے وہ ایمان کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے ویسے تو یہ کی طرف بھی دعوت کرے۔ لیکن یہ حالت اگر واقعی ہندوستان میں موجود ہے تو اس ملک سے مخصوص نہیں بلکہ تمام دنیا میں یہی حال ہے بلکہ گناہ کا احساس ناکافی ہونے کی جو شکایت کی گئی ہے اس کا ظہور سب سے زیادہ یورپ میں ہو رہا ہے جو بدکاریاں یہاں چھپ کر کھاتی ہیں وہاں لوگ کھلم کھلا انکے مرتکب ہوتے ہیں۔ شرانجوری جو تمام بدیوں کی جڑ ہے اور جس سے تمام بدکاریاں پیدا ہوتی ہیں وہ یورپ میں اس کثرت سے پھیل رہی ہے کہ ہندوستان میں اسکا اندازہ کرنا بھی مشکل ہے اور ایسا ہی بہت سی اور بدکاریاں ہیں جن میں خود عیسائی تسلیم کر چکے ہیں کہ عیسائیت سب گزشتہ اور موجودہ قوموں سے بڑھ گئی ہے۔ پھر اخلاقی جرأت کے نہ ہونے کی شکایت بھی بے جا ہے کیونکہ اگر یہ امر واقعی عیسائیت کے پھیلنے میں کسی رکاوٹ کا باعث ہے تو ایسا ہی اسلام کی ترقی کے لئے بھی رکاوٹ کا باعث ہے اور نہ صرف ہندوستان میں بلکہ یورپ میں بھی۔ کون کہہ سکتا کہ لورپول کے معدودے چند مسلمانوں کے ساتھ اس زمانہ کے مذہب عیسائیوں نے کیا کیا وحشیانہ سلوک کئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قوم کے افراد پوری آزادی اور جرأت سے اپنے خیالات کو ظاہر کر نیسے رک گئے مرحوم لارڈ سٹینلے کے عظیم الشان رتبہ کا ایک آدمی جو اپنی دنیوی حیثیت کے لحاظ سے کسی کا خوف نہ رکھتا تھا ساری عمر مسلمان رہا۔ لیکن مرتے دم تک اپنے اسلام کا علی الاعلان اظہار نہ کر سکا۔ کیا یہ واقعات صاف نہیں بتاتے کہ ہندوستان کے لوگوں کی نسبت انگریز لوگ مذہبی معاملات میں اخلاقی جرأت کا بہت کم حصہ رکھتے ہیں اور حق کی خاطر ہم اس امر کے بیان کر نیسے بھی رک نہیں سکتے کہ پادری لوگ جو ہندوستان میں بھیجے جاتے ہیں ان میں بھی کمزوری اور نقص ویسا ہی پایا جاتا ہے جیسا کہ انکے دوسرے ہم وطن ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ سچائی کیا چیز ہے اور انکے

جاننے کا پرواہی کرتے ہیں۔ عقائد کا ایک خاص مجموعہ ہے جس کی تعلیم کے لئے وہ نوکر رکھ گئے ہیں اور ان عقائد سے ایک بال کے برابر اوہر اوہر ہونا منضبی فرایض میں سخت خیانت تصور کیجاتی ہے لاہور کے لاٹیاؤں جیسے ایک عہدہ دار کو جس نے تھوڑا عرصہ ہوا ہندوستان کی اخلاقی حالت پر سخت حملے کئے تھے اس قدر اخلاقی جرات نہ ہو سکی کہ مسیح موعود کے مقابلہ میں جو اسلام کی سچائی ظاہر کر نیکی کے لئے میدان میں کھڑا ہو کر پادری صاحب کو الٹا کر رہا تھا عیسائی مذہب کی سچائی کا کوئی ثبوت پیش کر سکے بلکہ نہایت بزدلی سے بہانہ سے انکار کیا ہو کر طرح طرح کے بودے اور کمزور چیلے اور عذر تراش کر فرار اختیار کیا اور عموماً ہر ایک پادری کے سامنے جب صداقت پیش کیجاتی ہے یا ان سے اپنی صداقت کا ثبوت طلب کیا جاتا ہے تو وہ گریز ہی اختیار کرتا ہے۔ دوسرے مذاہب کے مقدس پیشروؤں کو گالیوں دینے میں سب سے بڑھ کر یہ لوگ قدم مارتے ہیں لیکن کسی دوسرے مذہب کی سچائی اور خوبصورتی جب ان کے سامنے پیش کیجاتی ہے تو انہیں بند کر کے جلیجہ ہو جاتے ہیں۔ سخت تعجب آتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ ہندوستان میں گنہ کا احساس یا اخلاقی جرات کے نہ ہونے کی شکایت کرتے ہیں اور ان لوگوں کے سامنے جسے وہ بخوانا پاتے ہیں یہ جھوٹے عذر پیش کرتے ہیں کہ عیسائیت کی راہ میں ایسی ایسی رکاوٹیں ہیں +

اب ہم اس امر پر غور کرتے ہیں کہ گنہ کا سچا احساس پیدا کرنے کے لئے ہاؤسٹ فیلڈ کیا علاج پیش کرتا ہے اور وہ کہاں تک درست ہے۔ یہ کہا گیا ہے کہ ہندوستان میں واعظ کے لئے ضروری ہے کہ وہ نبی بھی ہو لیکن سوال یہ ہے کہ کیا واعظ اپنی مرضی سے یا اپنی کوششوں سے نبی بن سکتے ہیں نبی کا کام عیسائیت اس اخبار میں نکھا ہے صرف یہ نہیں ہے کہ وہ گنہ پر لوگوں کو سخت ملامت کرے اور خدا کے وعید و نشتے ڈراوے اگر واقعی نبی کا کام اس سے بڑھ کر کچھ نہیں تو ہمیں اس امر کے تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہیں کہ پادری یا جہان نبی بن سکتے ہیں لیکن یہ ایک بڑی بھاری غلطی ہے بڑے سے بڑا گنہگار جو خدا کی نستی کو مانتا ہے اس امر سے انکار نہیں کرتا کہ گنہ کی سزا ہوگی تو پھر کیا وجہ ہے کہ باوجود اس علم کے کہ گناہ کے لئے سزا ہو گنہ دینا میں اس کثرت سے پھیلا ہوا ہے۔ اسکا اصلی اور واقعی سبب یہ ہے کہ خدا کی ہستی پر اور نیک و بد کی جزا، سزا پر درحقیقت لوگوں کو یقین نہیں ہے۔ باتیں تو بہت کر لیتے ہیں کہ ہم خدا کو مانتے ہیں اور جزا، سزا پر ایمان رکھتے ہیں لیکن یہ ان کے نفس کو ایک دھوکا لگا ہوا ہے۔ کوئی شخص جان بوجھ کر آگ میں نہیں کودتا جبکہ اس کو یہ علم ہو کہ آگ جلا دیگی اور نہ ایک خونخوار شیر کے سامنے آتا ہے جبکہ اس کو یہ علم ہو کہ وہ اسے کھڑے کھڑے کر دیگا۔ اور نہ

ایک زہریلے سانپ کے سوراخ میں ہاتھ ڈالتا ہے جبکہ وہ جانتا ہے کہ وہ اسے ڈسیگا۔ پھر کیونکر وہ گنہ کرنے کی جرأت کر سکتا ہے جبکہ وہ جانتا ہے کہ خدا موجود ہے اور وہ اسکو اس گنہ کی سزا دیگا۔ سچ بات یہ ہے کہ اکثر لوگ دعویٰ ایمان کا کرتے ہیں مگر انکے دلوں میں ایمان نہیں۔ خدا اور اس کی جزا و سزا کے متعلق ایسا یقین انکے دلوں میں نہیں ہے جیسا کہ مادی چیزوں کے متعلق جن کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں جیسا کہ وہ یقین رکھتے ہیں کہ آگ اس چیز کو جلا دیتی ہے جو اس میں ڈالی جاتی ہے ایسا ہی یقین انکو اس امر کے متعلق بھی ہوتا کہ خدا ضرور ہے اور وہ انکو ان کی بدکاریوں کی ضرور سزا دیگا تو وہ یقیناً آگ سے بھی زیادہ گنہ سے بچتے اور ڈرتے۔ کیونکہ آگ کا ضرر تو چند روزہ ہے لیکن گناہ کا ضرر ہمیشہ کے لئے ہے اس لئے بیشک ایک نبی کی ضرورت ہے مگر نہ اس امر کے لئے کہ وہ لوگوں کو انکے گناہوں پر ملامت کرے اور خدا کے وعید سے ڈراوے جیسا کہ ماروسٹ فیلڈ لکھتا ہے بلکہ جیسا کہ وجوہات مذکورہ بالا سے ظاہر ہے اس امر کے لئے کہ وہ خدا کی ہستی اور اس کی جزا و سزا کی نسبت انکے دلوں میں یقین و اُتق پیدا کرے وہ نبی جو ایسا یقین پیدا نہیں کر سکتا اور گنہ گاروں کو انکے گناہوں پر لعنت کر سکے سوا اور کوئی کام نہیں کر سکتا وہ اس منصب کے لئے نمایاں نہیں اور ایک ہزار ایسے نبی بلکہ انکو خالی واعظ کہتا چاہئے کیونکہ ان پر نبی کے نام کا اطلاق کرنا غلط ہے دنیا کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ خدا کی ہستی پر وہ یقین جس سے لوگ گنہ سے بچ سکیں محض ہکیون اور ڈراؤن سے پیدا نہیں ہو سکتا۔ جسکا نام اصطلاح میں توبہ کی طرف دعوت کرنا رکھا ہوا ہے۔ مشکل توبہ ہے کہ مادی راحتیں اور فوائد ایسی چیزیں ہیں جن کو انسان صاف صاف دیکھتا اور محسوس کرتا ہے لیکن نیک و بد کی جزا و سزا بڑی حد تک انسانی مادی آنکھ سے پوشیدہ ہے یہی وجہ ہے کہ لوگ گناہ کرتے ہیں استفادہ لیں۔ حالانکہ مادی سائینس کے لئے جو ان کو مل سکتیں وہ ہر طرح کے جیل کرتے ہیں اس لئے خدا تعالیٰ اپنے نبیوں کو بھیجتا ہے تاکہ خدا کی ہستی کو آسمانی نشانوں سے ثابت کر کے انکے دلوں میں نیک و بد کی جزا و سزا کے متعلق یقین پیدا کریں سوائے آسمانی نشانوں کے جسے صاف اور صریح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک ایسی ہستی موجود ہے جو علم اور طاقت میں انسانوں سے بڑھ کر ہے یہ یقین بھی پیدا نہیں ہو سکتا بلکہ ایسا یقین اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے جبکہ انسان یقیناً یہ جان لے کہ ایک ایسا خدا موجود ہے جو اسکے دل کے خفیہ راز و نکو جانتا ہے اور جسکو بدیوں کی سزا دینے پر پوری طاقت حاصل ہے اور ایسا یقین پیدا ہونیکے بعد انسان گناہ سے ایسا بچتا ہے جیسا کہ وہ جلتی ہوئی آگ سے بچتا ہے اور بدی سے وہ ایسی نفرت کرتا ہے جیسا کہ دنیا

مین بڑی سے بڑی چیز سے نفرت کرتا ہے۔ مثلاً شراب بخواری ایک ایسی بدی ہے بلکہ بدیوں کی مان ہے جو انسانیت کے لئے ایک سخت وجہ ہے ہزار ہا لوگ یہ کوشش کر چکے ہیں کہ اس بدی کو دنیا سے دور کریں لیکن ان کی کوششیں ناکام ثابت ہوئی ہیں اور ہزاروں اب بھی اس کی فکر میں ہیں لیکن کچھ نہیں کر سکتے۔ یہ بدی جزیرہ نما عرب میں عین اس وقت میں پورے زور میں تھی۔ جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ دس ہزار بچہ اروہ پاک تبدیلی پیدا نہ کر سکتے تھے جو آنحضرت کے پاک الفاظ نے پیدا کی۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ مدینہ میں شہر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک یہ خبر مشہور ہو گئی کہ مسلمانوں کے لئے شراب آئندہ حرام ہے اور کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب پینا منع کر دیا ہے اس کا اثر چند ہی منٹوں میں یہ ہوا کہ شراب کے تمام مٹکے اور برتن توڑ ڈالے گئے۔ اور مدینہ کی گلیوں میں شراب پانی کی طرح بہ نکلی۔ اس آواز میں یہ جادو بھرا اثر کہاں سے آیا۔ صرف اس وجہ سے کہ وہ لوگ یقیناً اس بات کو جان گئے کہ شراب پینے میں اس خدا کی نارضا مندی ہو۔ جس کا پیغامبر وہ آنحضرت صلعم کو جانتے تھے اس قسم کے نبی کی واقعی دنیا کو ضرورت ہے۔ نہ اس یادری تہی کی۔ جس کو سوائے خدا کے برگزیدہ دن اور پاک مذہبی اصولوں کو برا بھلا کہنے کے اور کچھ نہیں آتا۔ ایسا ہی ایک نبی اس وقت بھی خدا تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے لیکن لوگوں نے اُسی طرح اس کا انکار کیا جیسا کہ پہلے نبیوں کا۔ کاش کہ یہ لوگ اس وقت غور کرتے اور سوچتے کہ کیا وہ نشان ان کو نہیں دکھلائے گئے جو کوئی انسان نہیں دکھلا سکتا۔ اور کیا وہ اُسی طرح برگنہ سے نجات نہیں دیتا جس طرح پہلے نبیوں نے دی اور ایک ہمہ علم اور ہمہ طاقت ہستی کے متعلق وہی یقین ان کے دلوں میں نہیں پیدا کرتا جو پہلی امتوں میں پیدا کیا گیا۔ ایسا نبی میرزا غلام احمد قادیانی ہیں جو مسیح موعود ہونیکا دعویٰ کرتے ہیں۔ جو ہزاروں نشان اپنی تصدیق میں دکھلا چکے ہیں۔ اور جن کے پیرو اس وقت دو لاکھ سے اوپر ہیں جو لوگ اپنی روح کے لئے آرام چاہتے ہیں وہ اس کے پاس آدین کیونکہ وہ تھکے ماندوں کو آرام دیتا ہے۔ زمین اس وقت پر آیا ہے جو پیش گوئیوں کے مطابق اُس کی آمد کا وقت تھا۔ اور جبکہ تمام دنیا سخت انتظار میں لگی ہوئی تھی تمام نشان پورے ہو چکے ہیں اور اسکی صداقت آفتاب نصف النہار کی طرح چمکتی ہے لیکن اس کے لئے جو آنکھیں کھولے۔ وہ گنہگار سچی علاج لایا ہے اور اگر یادری صاحبان کو اپنے گناہوں کا احساس ہے اور اپنی بیماری کو وہ جانتے ہیں تو انہیں چاہئے کہ وہ طبیب کے پاس آدین۔ بجائے اسکے کہ لوگوں کو گمراہ کرتے پھریں۔ تاکہ وہ ان کو شفا دیوے۔ اور اس سے شفا حاصل کرنے کے لئے وہ لوگوں کو نیکی کی طرف بلا سکتے ہیں +

یہ بات تو اب صاف ہو گئی ہے کہ جن رکاوٹوں کا ذکر کیا گیا ہے واقعی طور پر مذہب عیسوی کے پھیلنے میں وہ سب راہ نہیں۔ اس مذہب کا غیر عیسائی ملکوں میں کم ترقی کرنے کا سبب انہیں واقعات میں سے تلاش کرنا چاہئے جو اسکے عیسائی ممالک میں زوال کا موجب ہو رہے ہیں۔ ایک ہی سبب ہے جو دونوں صورتوں میں عمل کر رہا ہے یعنی ایک جگہ تو اس مذہب کی ترقی کو روکنے کا کام کر رہا ہے اور دوسری جگہ اس کے زوال کا موجب ہو رہا ہے۔ اس مذہب کی اب یہ حالت ہو گئی ہے کہ اس میں ضروریات زمانہ کو پورا کرنے کے قابل جوہر نہیں رہے اور اس کی اندر قوت دن بدن زایل ہوتی چلی جاتی ہے۔ جو لوگ فہم صحیح اور عقل سلیم اور دیانت کے اوصاف سے قدرتنا آراستہ ہیں وہ عیسائی مذہب کے مسائل کو انسانی عقل کے موافق ہونا محال اور ناممکن سمجھ کر اس کو خیر باد کہہ رہے ہیں اور جو لوگ ابھی تک اس سے چمٹے ہوئے ہیں وہ اسکے کسی صداقت پر سچا ایمان لا کر اس کے مقلد نہیں بلکہ محض رسم اور عادات کے طور پر اور سوسائٹی کے تعلقات میں پھنسے پھنسائے عیسائی چلے آتے ہیں۔ عیسائی عقائد اس وقت بتاہمی کی حالت میں ہیں اور اب ایسی حالتیں جبکہ اس مذہب کی اپنے ہی گھر میں گانٹھیں ڈھیلی ہو رہی ہیں تو اس سے یہ امید کرنا کہ باہر دنیا میں مذہبی فتوحات حاصل کر سکیگا خیال محال ہے۔ عیسائی مذہب کی صداقت کے مسئلہ کی بنیاد ایک ناتوان ضعیف انسان کی الوہیت پر ہے اور اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ ایسے بیہودہ عقائد معقولی دنیا میں قوت پکڑ سکیں۔

اس بات کی صداقت اس امر سے اور بھی واضح ہوتی ہے کہ عیسائی مذہب کو قبول کرنے والے عموماً ناکارہ اور ذلیل اور جاہل لوگ ہوتے ہیں اور خصوصاً قحط کے ایام میں ایسے بہت سے موقع ان مشنری لوگوں کو مل جاتے ہیں جن میں بہت سے مفلوک الحال بد بخت آفت رسیدہ جاہل بیکار لوگوں کو قحط اور فاقہ کشی کی موت سے بچ جانے کی طمع حلقہ عیسویت میں لے جاتی ہے۔ ان لوگوں کا یسوع کے خون پر کوئی ایمان نہیں ہوتا ان کا ایمان صرف پادریوں کی روٹی ہوتی ہے جو انہیں قحط کے دکھوں سے نجات دیتی ہے۔

ہر ایک ذی فہم انسان کے دل میں یہ سوال اکثر پیدا ہوتا ہے کہ ابن مریم کو خدا بننے کے لئے کیا خصوصیت حاصل ہے۔ پھر جن لوگوں نے اس امر میں نہایت غور و تدبیر کیا ہے وہ اس نتیجہ پر پہنچ گئے ہیں کہ یسوع صرف ایک انسان ہی تھا اور معمولی انسانی سطح سے اوپر ہرگز نہ تھا۔ اور اس میں الوہیت اگر تھی تو صرف اس بقدر موجود تھی جس قدر عام طور پر نوع انسانوں میں پائی جاتی ہے۔ ایک مدت تک یہ خیال کیا گیا تھا کہ یسوع کی اخلاقی تعلیم جو اناجیل میں اُسکی طرف منسوب کی جاتی ہے وہ ایسی اعلیٰ ہے کہ جس سے وہ معمولی انسانوں سے بالاتر نظر آتا ہے۔

اور اس کو بھی یسوع کی الوہیت پر ایک بڑی بھاری دلیل سمجھا گیا ہے۔ لیکن اب یہ ثبوت قطعیت کو پہنچ گیا ہے کہ یہ تعلیم نہ صرف ایسی ہی ہے کہ جس پر عمل کرنا انسان کے واسطے محال ہے جیسا کہ خود اس امر سے ظاہر ہے کہ کوئی عیسائی قوم یا جماعت ایسی پیش نہیں کی جاسکتی جو اس تعلیم پر پورے طور سے عامل ثابت ہوئی ہو بلکہ وہ امر جو ان بلند دعائی کا اور بھی قلع قمع کرتا ہے جو مسیح کے لئے بیہودہ طور پر وضع کر لئے گئے ہیں اور حق کی بنیاد پر اسکو خدا بنایا گیا ہے یہ ہے کہ یہ تعلیم یہودی معلموں اور طالمود سے اخذ کی گئی ہے یہاں تک کہ بعض جگہ لفظ بلطف یہودیوں کی کتابوں سے نقل کی گئی ہے۔ مسیح کے معجزات میں بھی کوئی خصوصیت اور فوقیت نہیں پائی جاتی۔ اول تو اسی بات میں شک ہے کہ اس سے کبھی کوئی معجزہ صادر بھی ہوا ہو کیونکہ جب یہودیوں نے پہلے نبیوں کی طرح اس سے بھی معجزہ مانگا تھا وہ اس کو خدا کا سچا مرسل بھیان سکیں اور یہ سمجھ سکیں کہ وہ جھوٹا مسیح نہیں کیونکہ ان دنوں بہت جھوٹے مسیح پیدا ہو گئے تھے تو مسیح نے اس وقت صرف یہی خشک جواب دیا کہ ان کو کوئی معجزہ نہیں دکھایا جاوے گا۔ انجیل کے پڑھنے سے ایک منصف مزاج انسان اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اگر معجزات کی روایات میں جن کا انجیل میں ذکر ہے کچھ سچائی موجود بھی ہے تو وہ غالباً روحانی واقعات تھے اسی خیال کو ان سیکلو پیڈیا بلیکا میں بھی لیا گیا ہے اسی طرح گویا بھوکوں کو کھانا کھلائیے مراد وہ روحانی غذا تھی جو مسیح کے وعظوں سے ان لوگوں کو ملی جو روحانی صداقتوں کے بھوکے تھے اور بیماروں کو چنگا کرنے سے مراد روحانی اور اخلاقی بیماریوں کا علاج کرنا تھا اور مردوں کو زندہ کرنے سے مراد ان لوگوں کو روحانی زندگی عطا کرنا تھا جو گناہوں کی موت میں مبتلا تھے۔ لیکن فرض محال اگر یہ بات تسلیم بھی کر لی جاوے کہ یہ عجازی واقعات جنکا بائبل میں ذکر ہے۔ فی الحقیقت مسیح سے صادر ہوئے تھے تو بھی ان کی وجہ سے مسیح کے لئے پہلے نبیوں کی نسبت کوئی ایسی فوقیت پائی نہیں جاتی۔ سب سے بڑا تعجب خیر معجزہ مردوں کے زندہ کرنا مسیح سے ظاہر ہونا کھسا ہے لیکن اسی قسم کے معجزات ایلیا اور الیش سے بھی ظاہر ہو چکے ہیں اس لئے ان کی اگر مسیح پر کوئی فوقیت نہ بھی مانی جائے لیکن وہ کسی طرح اسکے ہم پلہ ہونے سے کم نہیں ہو سکتے بلکہ یہ فوقیت ان کو حاصل ہے کہ اول ایسے عظیم الشان معجزے انہوں نے دکھائے۔ درحقیقت مسیح کی زندگی اور موت کی ساری کہانی میں ایک بھی ایسا واقعہ نہیں ملتا جس کی وجہ سے اس میں معمولی فانی انسانوں سے کچھ بھی فوقیت اور بڑائی مانی جاسکے۔ جن کمزوریوں اور ناکامیوں کا اس کو سامنا پڑا اور اس کی کوششیں جس طرح بے ثمر رہیں اور جس طرح وہ لوگوں سے ڈرتا تھا یہ تمام امور اس بات کو اور بھی واضح کرتے ہیں کہ وہ معمولی انسانوں سے کچھ بھی فوقیت نہ رکھتا تھا۔ انہیں وجہ پر

غور کرنے سے عیسائی ملکوں کے فہم اور عقلمند لوگ مسیح کی الوہیت کے مسئلہ کی بیہودگی سمجھ کر اسے ترک کر رہے ہیں۔ مشنریوں کا لوگوں کو اب ایسے مسئلہ کی طرف دعوت کرنا جس کی خود عیسائی ملکوں میں کھلے طور پر تردید ہو رہی ہے سراسر دھوکا دہی کی کارروائی ہے۔ ایک ناتوان بشر کو خدا بنانیکے اعتقاد کا مسئلہ انسانی عقل اور کائنات کے ایسا متضاد اور ناموافق ہے اور ایسا نفرت انگیز.... اور حقارت خیز ہے کہ اب طبیعت فوراً یہ اہم سوال کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہو کہ کیونکر عیسائیت کو اس قدر عمر نصیب ہوئی اور کیوں مدتہائے دراز سے اس کا خاتمہ نہیں ہو چکا۔

ریویو اور نوٹ

بائبل میں تحریف اور غلطیاں | - زمانہ حال کی تہذیب بائبل کے یقینی نتائج، ماکے

عنوان سے مسٹر راؤ س کے قلم کا لکھا ہوا ایک مضمون جو نئے نئے اے کے باروسٹ فیلڈ میں شائع ہوا ہے صاحب مضمون اپنی تحریر میں اس بات پر زور دیتا ہے کہ ہندوستانی کلیسیا کو اس نئی عالمانہ تحقیقات کے یقینی نتائج سے بیخبر نہیں رکھنا چاہیے۔ غالباً یہ وہی صاحب ہیں جنہوں نے اپنی اس رائے کو ایک عیسائی مجمع میں پچھلے سال بیان کیا تھا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی پادری اس پر عمل کرنے سے کتراتے ہیں۔ ہم تعجب کرتے ہیں کہ یہ لوگ کیوں ان تغیرات سے جو عیسائی مذہب کے عقائد میں تاج کل واقع ہو رہے ہیں لوگوں کو اطلاع دینے سے عموماً اعراض کرتے ہیں اور کیوں یہ بائبل ان لوگوں سے اتنی احتیاط سے مخفی رکھی جاتی ہیں جن کو عیسائی مذہب کی دعوت کرتے ہیں۔ ملک ہندوستان میں پادری لوگ ایک ایسی بائبل کی منادی کرتے ہیں جس کی نسبت وہ یہ دعوے کرتے ہیں کہ وہ از ستر تا پا خدا کا کلام ہے اور جس کو ہر قسم کی غلطی اور نقص سے پاک بیان کرتے ہیں اور اس بات پر بھی لوگوں کو یقین دلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس کی تمام قصص صحیح ہیں۔ ان عقائد کو پادری لوگ بڑے زور شور سے پیش کرتے ہیں اور انہی کی بنیاد پر قرآن کریم جیسی پاک اور بے عیب کتاب پر زلزلہ مچاتی کرتے ہیں اور اس پر اعتراض کرنے کی جرأت کرتے ہیں صرف اس وجہ پر کہ وہ بائبل کے متعلق یہ بیان کرتا ہے کہ اسمیں انسانی ہاتھوں سے غلطیاں ملی ہوئی ہیں اور اس کو ایک محرف کتاب بتاتا ہے اور بعض ایسے قصے بیان کرتا ہے جو بائبل کے بیان کردہ قصص سے بعض مواقع پر اختلاف

رکھتے ہیں لیکن اب دو ہزار سال کے بعد آخر کار اس روشنی کے زمانہ میں تحقیقات کرئیے خود عیسائی لوگ اس نتیجہ پر پہنچ گئے ہیں کہ جو بات قرآن کریم نے آج سے تیرہ سو برس پہلے اس بائبل کے متعلق کہی تھی جو یہودیوں اور عیسائیوں کے ہاتھوں میں ہے۔ درحقیقت وہی ٹھیک ہے۔ اگرچہ عیسائی لوگ اس حقیقت سے ان لوگوں کو آگاہ کرنے کو خوف کرتے ہیں جن میں منادی کرئیے لئے پادری بھیجے جاتے ہیں لیکن وہ خود اس بات پر سب کے سب متفق ہیں کہ بائبل میں صرف خدا کا کلام ہی نہیں بلکہ اس میں بہت کچھ انسانی کلام داخل ہے۔ نہ ہی وہ عیوب اور غلطیوں سے پاک ہے اور نہ ہی اس کے قصص تاریخی طور پر بالکل صحیح ہیں۔ راؤس صاحب اگرچہ اعلیٰ تنقید کے باقی نتائج سے اتفاق کرنے میں ابھی تک متامل ہیں لیکن ان کی یہ رائے ہے کہ ان مذکورہ بالا نتائج کو کو ہندوستان میں نہایت صفائی سے کھول کر بیان کر دینا ضروری ہے۔ چنانچہ وہ اپنی چھٹی میں تحریر کرتے ہیں کہ آپ کے ناظرین میرے ساتھ اس بیان میں اتفاق کریں گے کہ ”ہمارا یہ فرض ہے کہ بائبل میں الہی الہام کی مکمل سکیم کو ہندوستانی کلیسیا کے سامنے پیش کر دین اور اس زمانہ کی عالمانہ تحقیقات کے یقینی نتائج سے ان کو پورے طور پر آگاہ کر دین۔ یہ بات بھی ہمارے فرائض میں داخل ہے کہ وہ تمام سچائی جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہمیں عطا ہوئی ہے اس کلیسیا کو بھی پورا حصہ دیں۔ خدا کی سچائی اپنی حفاظت آپ کر سکتی ہے اور اس کو کسی انسانی جدوجہد کے نشہ کی محتاجی نہیں۔“

ہم نہیں جانتے کہ راؤس صاحب نے کیوں اس کا نام خدا کی سچائی رکھا ہے۔ اور کیوں اس کو انسانی خطاؤں کا مجموعہ نہیں کہا جاتا جبکہ اس کا اکثر حصہ صرف انسانی انشاء پر داری سے بھرا ہوا ہے اور دوسری کتابوں کی طرح ہر قسم کی غلطیوں اور نقائص سے مملو ہے۔ تو اس کا خدا کی الہام کی سکیم نام رکھنا سراسر باطل ہے اس طرح حق اور باطل کو ملا کر خدا کی سچائی اس کا نام دھرتا عیسائی صاحبان کے طرز بیان کا خاصہ ہے لیکن اس پر کوئی تعجب نہیں کیونکہ یہ ان کی عادت کا مقتضا ہے ورنہ اصل اعتقاد یہی ہے کہ بائبل میں انسانی آمیزش بہت ہے۔ راؤس صاحب لکھتے ہیں کہ حق اپنی حفاظت خود کر سکتا ہے یہ تو سچ ہے لیکن بائبل میں حق اور باطل دونوں مخلوط ہیں اس لئے بائبل کو پادریوں کے آسے کی ضرورت ہے۔

اعلیٰ تنقید کے نتائج کو دنیا میں بہت وسیع قبولیت حاصل بھی کر لیں مگر راؤس صاحب انہیں ماننے کے لئے تیار نہیں معلوم ہوتے کیونکہ وہ لکھتے ہیں کہ ”کسی عقیدہ کا دنیا میں کثرت سے مقبول ہو جانا اسکے سچا ہونے کی کافی دلیل نہیں ٹھہر سکتی۔ تین گزشتہ پچاس سالوں کی تحقیقات اور

تفقہ سے بعض ایسے یقینی نتائج پیدا ہو گئے ہیں جن پر سب کو اتفاق ہے یا کم از کم جن سے بہت بڑے حصے کو اتفاق ہے، اور چونکہ جمہور نے ان پر اجماع کر لیا ہے اس لئے ہندوستانی کلیسیا میں انہیں عیسائی دین کی جزو سمجھ کر داخل ایمان کرنا چاہئے کیونکہ یہ نتائج عیسائی دنیا میں ہر جگہ مقبول ہو چکے ہیں پھر راؤس صاحب ذیل کے امور کو ایسے یقینی نتائج سمجھتے ہیں جو اب عیسائی دین کے عقائد کا جزو ہونے چاہئے اور ان کے مطابق پرانے عقائد میں ترمیم ہونی چاہئے۔

۱۔ بائبل کا مطالعہ کرنے میں سب سے پہلا سوال یہ ہونا چاہئے کہ اس کے مصنف کی اسے مراد کیا تھی؟ اس زمانہ سے پہلے پہلے بائبل کے سارا الہامی ہونے پر اس قدر زور دیا جاتا تھا کہ جو آمیزش اس میں انسانی کلام کی ہے اس کو بالکل نظر انداز کر دیا جاتا تھا۔ لیکن اب یہ بڑی خوشی کا مقام ہے کہ غلطی رفع ہو کر بائبل میں انسانی کلام کی آمیزش کو عام طور پر مان لیا گیا ہے۔۔۔۔۔ یہی کیفیت مسیح کے وجود کے متعلق بیان کی جاسکتی ہے پہلے زمانہ میں اسکی الوہیت کے عقیدے پر اس قدر زور دیا جاتا تھا کہ اس کی انسانیت اس عقیدے کے نیچے دبی ہوئی تھی۔ مگر گذشتہ پچاس سالوں کی تحقیقات ہمیں بتاتی ہے کہ یسوع مسیح کی انسانیت کو واجب طور پر شہرت دینی ضروری ہے۔

۲۔ نبی کا اصلی اور خاص منصب پیش گوئی کرنا نہیں بلکہ جرأت کے ساتھ سچائی کو لوگوں کے سامنے بیان کر دینا ہوتا ہے۔

۳۔ جس طیلے پر ہم قائم ہونا چاہتے ہیں وہ مسیح ہے نہ کہ بائبل (یعنی ہمارے عقیدہ کی بنیاد بائبل نہیں بلکہ یسوع مسیح ہے) یہ بات سچ ہے کہ مسیح کے حالات بائبل کے پڑھنے سے معلوم ہوتے ہیں۔ مگر بائبل کے پڑھنے سے خواہ اس میں کیسے قدر غلطیاں ہوں اس قدر علم ضرور حاصل ہو جاتا ہے جو مسیح کے نجات دہندہ ہونے پر ایمان لانے کیلئے کافی ہے۔

یہ صداقت کو اذہا تسلیم کرنا ہے | دو ہزار سال تک تو عیسائیوں کو بائبل پر پورا بھروسہ رہا۔ مگر اب ان کی آنکھیں کھلی ہیں اور انہیں معلوم

ہو گیا ہے کہ وہ اس بھروسے کرنے میں غلطی پر تھے۔ یہ بائبل تو بھروسہ کرینکے لائق نہیں۔ کیونکہ اس میں انسانی کلام اور غلطیوں کو بہت دخل ہے لیکن راؤس صاحب کے بیان سے ہمیں یقین ہوتا ہے کہ مسیح کی انسانیت جو دو ہزار سال تک فقر فراموشی اور سہو میں پڑی رہی اب ممتاز طور پر نمایاں ہو گئی ہے۔ اب یہ تغیر یسوع مسیح کے بے خطا ہونیکے عقیدہ میں بھی ایک تبدیلی پیدا کر دے گا اور یوں مسیح بھی انجیل کی طرح اعتبار اور بھروسہ کے پائے سے گر جائے گا۔ علاوہ ازیں جبکہ مسیح کی نسبت پورے علم حاصل کرنے کا انحصار صرف بائبل پر ہی ہے اور یہ

بات مسلم قرار پا چکی ہے کہ بائبل غلطیوں سے بھری ہوئی ہے تو اس کا نتیجہ طبعاً ہی ہوتا ہے کہ جس مسیح کا علم ایسی کتاب سے حاصل ہوتا ہے وہ اصلی مسیح نہیں بلکہ جھوٹا مسیح ہے۔ اور اسکے متعلق جو حالات انجیل میں درج ہیں وہ بھی غلط اور جھوٹے ہیں اس لئے جس مسیح کو انجیل تعلیم پیش کرتی ہے لازمی طور پر انجیل کی تباہی کے ساتھ اسپر بھی موت وارد ہو جاتی ہے اور اسکے بے خطا سمجھنے کی غلطی انجیل کو غلطیوں سے منزہ سمجھنے کی غلطی سے بھی بہت جلد منکشف ہو جائے گی۔ بائبل پر نظر تنقید سے غور کرنے نے مسیح کے حالات کو اسی نظر سے پرکھنے کے لئے راہ کھول دی ہے اور اب تھوڑے ہی عرصہ میں ان کا اصلی رنگ نظر آ جائیگا۔ بہر حال راؤس صاحب کی اس تخریر سے یہ ثابت ہے کہ انجیل مسیح کے حالات کا سچا نقشہ نہیں کھینچتی کیونکہ وہ خود غلطیوں سے پر ہے۔ اس سے تیرہ سو سال پہلے قرآن کریم نے فرمایا کہ انجیل سچے مسیح کو پیش نہیں کرتی۔ سبحان اللہ یہ کیسا عظیم الشان قرآنی معجزہ ہے کہ اس نے جس اصلی حیثیت میں مسیح اور بائبل کا نقشہ کھینچ کر دکھلایا تھا۔ اب تیرہ سو برس میں نصرت رہنے کے بعد جب عیسائیوں نے تنقید اور تحقیق کی نظر ڈالی تو خود ہی امر نہیں بھی تسلیم کرنا پڑا کہ مسیح اور انجیل کی حقیقت کا وہی نقشہ صحیح ہے جو قرآن شریف نے ثابت کیا۔ اس لئے یقین واثق پیدا ہوتا ہے کہ وہ زمانہ بہت قریب آ رہا ہے کہ جب رسم و رواج کے تعلقات کو قطع کر کے اور قوم و سوسائٹی کے رشتوں کو توڑنا طر کر عقلمند عیسائی قرآنی صداقت کے انوار سے فیضیاب ہو کر اسلام کے مقدس دائرہ میں داخل ہوں گے۔

”ہم۔ بائبل میں انسانی آمیزش کے پہلو کو مد نظر رکھ کر اس کا ترجمہ کرنے میں وہی اصول مد نظر رکھنے پڑیں گے جو دوسری انسانی کتابوں کے معنے کرنے میں ملحوظ رکھے جاتے ہیں۔۔۔۔۔ اور یہ ہمارا فرض ہے کہ انسانی کلام اور الہی الہام کے درمیان تیز کرین“

۱۔ خدا معلوم ایسی انجیل کی قیمت میں اب کیا لکھا ہے جس کی چاروں کتابوں میں بمشکل کوئی خدائی الہام کا کلام ہوگا

”۲۔ انجیل کی غرض صرف مذہبی تعلیم دینا ہے۔ علمی تواریخی تعلیم دینا اس کا مقصود نہیں تو پھر اس بات پر بحث کرنا کہ علمی اور تواریخی اصول کے لحاظ سے انجیل غلطیوں سے پاک ہے کیا معنی رکھ سکتا ہے“

”۳۔ مذہبی تعلیم ایسے قصوں کے ذریعہ سے بھی دی جاسکتی ہے جو تواریخی طور پر صحیح نہ ہوں“

یہ مذکورہ بالا وہ تغیرات ہیں جن کو عیسائی لوگ دو ہزار برس کے بعد اب عیسائی عقائد

میں داخل کر نیکے درپے ہو رہے ہیں یا دوسرے نقطوں میں یہ وہ ترمیمیں ہیں جو اب پادریوں نے عیسائی عقیدہ کے لئے تجویز کی ہیں کسی نے ہم کو ان تک یہ نہیں بتایا کہ جن لوگوں کی زندگی انہیں غلط عقائد پر ختم ہوئی انکا کیا حشر ہو گا۔ اب ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا ایسا مذہب جو ہمیشہ اور ہر زمانہ میں انسانی مانتوں کی ترمیم اور اصلاح کا محتاج رہتا ہے، الہی دین ہو نیکادعوے کر سکتا ہے۔ یہ تو ایسی تبدیلیاں بیان ہوئی ہیں جو عام طور پر مسلم ہو چکی ہیں لیکن ان کے علاوہ بہت سی اور تبدیلیاں بھی ہیں جو گو بہت وسیع قبولیت حاصل کر چکی ہیں لیکن ابھی تک انہیں عالمگیر قبولیت نصیب نہیں ہوئی اور ابھی ان کی نسبت اختلاف الکر ہے کیونکہ ان سے عیسائی دین کی عمارت بالکل مسمار ہو جاتی ہے اب تو یہی بات معلوم ہوئی کہ عیسائی لوگ ایک ایسے پیچیدہ مرحلہ پر آن پہنچے ہیں جہاں پر عنقریب یا تو وہ اپنے موجودہ عیسوی مذہب کو خیر باد کہنے پر مجبور ہو جائیں گے اور یا صاف طور پر انہیں اقرار کرنا پڑے گا کہ انکے اعتقاد انسانی عقل کے خلاف ہیں کیا یسوع یہودیوں میں دڑتا تھا

میں لوگوں کو نظر آیا۔ اور یہ بھی لکھا تھا کہ یسوع نے خود ایک باغبان کا بھیس اسلٹو بدل لیا تھا کہ اسے کسی دوسرے ملک کی طرف بھاگ جائیں آسانی ہو اور کوئی اسکو شناخت نہ کر سکے اور اس طرح سے پھر دوبارہ یہودیوں کو ہاتھ میں پڑ جائیسے بچا ہے۔ اسپر ایک عیسائی صاحب نے بڑے جوش میں اگر ہمیں ایک چٹھی لکھی اور میں نے کبھی خوف کو منسوخ کر نیکی وجہ سے ہلکے سخت نا انصافی کے الزام کا مرتکب قرار دیا۔ اپنے اس دعوے کے ثبوت میں کہ خود انجیلوں میں یہ بات ثابت ہے کہ یسوع یہودیوں کے خوف سے چھپتا پھرا۔ ہم جون سنہ ۱۹ء کے عیسائی ماہواری رسالہ ترقی کی ذیل میں عبارت نقل کرتے ہیں جو زیر عنوان حیات المسیح شائع ہوئی ہے وہ لکھتا ہے ”مگر مسیح نے ابھی اس دعوے (یعنی دعوے مسیح موعود) پر بہت زور دینا شروع نہیں کیا تھا البتہ کبھی کبھی اشارہ جتنا دیا کرتا تھا کہ میں ہی وہ مسیح موعود ہوں جسکی راہ تم دیکھ رہے ہو۔ جیسا کہ اس نے ناصرت عبادت خانے میں کیا۔ مگر متوازنزیاپے درپے اس دعوے کو پیش نہیں کرتا تھا اور اسکی وجہ یہ تھی کہ گلیل کے لوگ جلد متاثر ہو کر جوش میں آجائیو اے تھے اور وہ مسیح کی بادشاہت کی دنیوی شان و شوکت کے نہایت دلدادہ تھے۔ پس اگر انکے سامنے یہ دعوے بار بار رکھا جاتا تو ممکن تھا کہ وہ رومی طاقت کا مقابلہ کر نیکے لئے بغاوت پر آمادہ ہو جاتے اور اس نامنرا حرکت کا یہ نتیجہ ہوتا کہ لوگوں کے دل مسیح سے منحرف ہو جاتے اور وہ رومی تلوار کا نشانہ بن جاتا۔ اور اگر یہ دعوے یہوشلم میں کیا جاتا تو وہاں بھی یہ خطرہ تھا کہ یہودی اسکے برخلاف اٹھ کر اسکا کام تمام کر ڈالتے۔ پس ہر طرح کی عقل اندازی سے بچنے کے لئے اس نے یہی بہتر سمجھا کہ اس کی ذات اور عہدے کی حقیقت کچھ عرصہ کے لئے منکشف نہ کی جائے“

اب اس جگہ اس بات کو بہت صاف لفظوں میں تسلیم کر لیا گیا ہے کہ موت کے خوف سے یسوع دعویٰ مسیحیت کو پیش کر نیسے ڈرتا رہا۔ خواہ اسے رومی سلطنت کی تلوار کا خوف تھا اور خواہ یہودیوں کی سختیوں کا ڈر لاحق تھا۔ اگر یہ بات سچی ہے تو اسکو ہم نہایت بزدلانہ خوف کہنے سے رک ہمیں کہہ سکتے ہیں کہ ایسی بزدلی انبیاء کی شان کے بالکل مخالف ہے اور کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس نے مخلوق کو خدا کا پیغام پہنچانے میں جان کو غریزہ رکھا اور سمجھا ہو۔ علاوہ ازیں مسیح کی نسبت تو یہ بہت سی ضد و نکال و تعجب انگیز مجموعہ نظر آتا ہے کیونکہ ایک طرف تو ہمیں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ خدا ہے اور دوسری طرف یہ ثابت کیا جا رہا ہے کہ وہ دعویٰ مسیحیت کو پیش کر نہیں لوگوں سے پرے درجہ کی کم وصلگی سے خوف کھاتا پھرا کہ مبادا اسکا دعویٰ سنکر لوگ اسے ہلاک نہ کر دیں۔ اب سوال یہ ہے کہ جبکہ وہ خدا تھا تو خدا کا مخلوق سے ایسی نامردمی سے ڈرتے پھرنے کے کیا معنی ہوئے۔ خدا سے ڈرنے والے یہودیوں کا ذکر تو ہم سنتے اور دیکھتے رہے ہیں کہ یہ یہودیوں نے ڈرنیوالا خدا کبھی نہیں سنا تھا اور یہ خالص عیسائی ایجاد ہو جس دوسری دنیا محروم ہے۔ یہ ایک عجیب بات ہے جسے سوائے عیسائیوں کے اور کوئی سمجھ بھی نہیں سکتا کہ ایک طرف تو اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ یسوع کی آمد سے صرف یہی غرض تھی کہ وہ گنہ گاروں کے لئے موت قبول کرے جس سے وہ ایسا ایشیا کر نیوالا اور مخلوق کا فدا کی بہادر ظاہر کیا جاتا ہے کہ گویا لوگوں کے لئے فرضی سولی پر اپنی جان تک دینے کیلئے آمادہ ہے اور دوسری طرف یہ کہا جاتا ہے کہ وہ معمولی جرات اور سچی اخلاقی دلیری سے ایسا گرا ہوا اور ایسا بزدل تھا کہ خوف نے جان بچانیکے لئے وہ اس پیغام کی تبلیغ سے احتراز کرتا رہا جسکے پہنچانیکے لئے وہ مامور کیا گیا تھا (یعنی مسیح موعود ہونیکا دعویٰ) یہ بات ہمارے بحث سے خارج ہے ہمیں صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ اگر انجیلی مسیح ایسے بزدلانہ طور پر خوف کھانیکا مرتکب ہوا ہے جو اخبار ترقی سے ظاہر ہوتا ہے تو پھر ہمارے دعوے پر کوئی اعتراض ہو ہی نہیں سکتا وہ واقعہ صلیب کے بعد خوف کے مارے باغبان کا بھیس بدل تنہا دور دراز ملک کو اس خیال سے بھاگ گئے تھے کہ مبادا پھر یہودیوں کے ہاتھ میں پڑ جائے اور یہ خوف نہایت اعلیٰ اعتراض پر مبنی تھا کیونکہ اس سے غرض یہ تھی کہ وہ خدا کا کلام نبی اسرار کی ان قوموں کو جا کر سنا دیں جو دوسرے ملکوں میں آباد ہو گئی تھیں اور یہ سچی بات ہے کہ انہوں نے اس کام کو پورا کیا۔ مشنری پرستاروں کے خلاف ہم تو اسکی اتنی عزت کرتے ہیں اور اس بات کو مانتے ہیں کہ اس موقع پر مسیح نے واقعی طور پر خوف نہیں کھایا بلکہ جیسا کہ ہر ایک نیک آدمی کا فرض ہے کہ وہ اپنی قیمتی جان کی حفاظت کا خیال رکھے اسی طرح اس نے بھی اس موقع پر ایک اعلیٰ درجہ کی احتیاط سے کام لیکر صلیب کے بعد اس ملک سے بھاگ نکلنے کی کوشش میں کامیابی حاصل کی۔

”ضروری عرضداشت و شکریہ معا و مین“

کثرت اشاعت و اعانت میگزین کے متعلق جس قدر حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تاکید فرمائی ہے اس تاکید کی ارشاد کے پرزور الفاظ کا اعادہ بغرض آگاہی جملہ احباب برادران گذشتہ سہ ماہیہ پرچہ جات میں متواتر کیا جاتا رہا ہے۔ اور جن پرچوں یا ہفت و مخلص جات کے اس کا پیچہ میں محض لغو و ابتغاء لرضاۃ اللہ خاص حصہ لیکر الگ معتد بہ رقوم سے اعانت فرمائی ہے انکی ایسی امداد کا تذکرہ بھی خاص شکریہ کے ساتھ پچھلے پرچہ جات میں ہوتا رہا ہے بعض برادران کی تازہ خدمات و امداد نے از سر نو انکے شکریہ کا تازہ موقعہ دیا ہے۔ جناب منشی عبدالعزیز صاحب عرف محمد و بیٹے صاحب ملک برہان نے حال ہی میں ایک سو پچاس روپیہ بطور امداد بھیجا ہے۔ یہ صاحب پہلے حضرت اقدس کے ارشاد کی تعمیل میں کئی سو روپیہ کی امداد میگزین میں دیکھے ہیں۔ علی ہذا القیاس چودھری سرفراز خان و کرم الہی صاحبان بدولتی ضلع سیالکوٹ بھی خاص شکریہ کے مستحق ہیں۔ جنہوں نے اب یکمشت ایک سو پچاس روپیہ کی امداد فرمائی ہے۔ اصل میں چودھری صاحب تین سو پچاس روپیہ امداد میگزین کیلئے لائے تھے مگر نگر کی ضروریات موجودہ کو دیکھ کر دو سو روپیہ امداد لشکر میں دیدیا اور ایک سو پچاس روپیہ امداد میگزین کے حصہ میں آیا۔ ہر سہ برادران نے ہمدردی و اخلاص مندی کا ایک تازہ قابل تقلید نمونہ دکھلایا ہے اللہ تعالیٰ انکو اس امداد فی سبیل اللہ کی جزائے خیر دیوے اور دیگر جملہ برادران کو انکے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے اور ان کی روح و روان کو ایسے جوش اور ہمدردی سے بھر دے کہ وہ پیارے امام صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان پر اپنا مال و جان نثار کرتے ہوئے اس کا پیچہ و ہمت دکھلا دیں کہ حضرت اقدس کی فرمائی ہوئی تعداد تک رسالہ کے جلدی ہو چنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔ حضرت اقدس کے تاکید کی ارشاد کی تعمیل اور اس رسالہ کی کثرت اشاعت کی ضرورت اس امر کے مقتضی ہیں کہ جملہ احباب اس قابل قدر نمونہ کی تقلید کر کے حضرت اقدس کے ارشاد کو ہر وقت تازہ ارشاد سمجھ کر اسکی تعمیل میں ہر وقت کوشاں رہیں ان کی یہ نگاہوں فی سبیل اللہ انکے لئے جنت دارین حاصل کر نیکاد ربیعہ ہوگی۔ + توشہ عقیقے حاصل کر نیک عین موقعہ پر اس خدمت کی بجا آوری کا اس کے عمدہ موقعہ حسنہ نہیں مل سکتا۔ اب وقت کی قدر کر کے سابقہ بالذات بنیاد اور جن اغراض کو لئے یہ سہل من اللہ امور ہو کر آیا ہوں اغراض مقاصد میں اسکی امداد کر کے معیت صادقین کی اعلیٰ منزل کو طے کریں جو حقیقی کامیابی و فائز المرامی کا اصلی زینہ ہے اللہ کرے ایسا ہی ہو آمین تم آمین السلام علیکم

رحمہ طویل نمبر ۳۰

بنکے اور چہرے کی سرخی اصل طاقت و توانائی و تازگی پیدا کرنے والی دوائی ایسی آجکل ایجاد نہیں ہوئی۔ اسکا اثر ان اعضا پر جتنے نسل انسان کی پیدائش کا انحصار ہے۔ بالخصوص نہایت قوی ہوتا ہے وہ خوشی جو عورت و مرد کی معاشرت و وابستہ ہوا اسکی فی الفور حاصل ہوتی ہے کبریت احمر اسکا نام اسی لکھ رکھا گیا ہے کہ یہ دوا اعضائے تولید کے پرمردہ قوی کو از سر نو بحال کرنے کے ساتھ زندگی کو کمیاب بنادیتی ہے۔ قیمت فی شیشی ۳۰

روغن درگروہ۔ درگروہ کے دورے اور تکلیفیں ایسی سخت ہوتی ہیں کہ الامان یہ عجیب و غریب روغن دند و درگروہ میں خاص کر جب درد کنکری کیوجہ سے ہو اسکی کام دیتا ہے چھوٹے چھوٹے سنگریزوں کو توڑ کر اور ریزہ ریزہ کر کے نہایت سہولت سے خارج کر دیتا ہے۔ تمام کنکری اور ریت لٹکے درگروہ کی نوبت پھر نہیں ہوتی۔ قیمت فی شیشی ۳۰

عجیب و غریب مرہم المعروف مرہم عیسے۔ اگر آپ دنیا بھر میں سب سے اچھا پانچاثر تیر بہت ہر قسم کے زخموں۔ جراثیموں۔ چوٹوں۔ گلیڈوں۔ خنازیر۔ سرطان طاعون اور ہر قسم سمیت زہریلے پھوڑوں پھنسیوں ناسوروں گنج خارش بواسیر اور طرح طرح کی جلد کی بیماریوں یا تھوکنے سردی سے بھٹ جانے جاوڑے کاٹ لینے جلجانے اور عورتوں کے خطرناک امراض سرطان رحم وغیرہ کے لئے ہزار ہا سال کا تجربہ مقدس ہر طبقہ اور ہر زمانہ کے حکما کا متفقہ باہرکت علاج چاہتے ہیں تو یہ مبارک مرہم اس کا رخانہ سے منگائے جو اسکو خالص اجزا سے تیار کر نیکادموں اور سہی جہاں اس کی کامیاب تاثیرات کامنوں ہے۔ یہ مشہور آفاق مرہم سوائے کارخانہ مرہم عیسے کے دنیا بھر میں اور کہیں نہیں بنتا۔ قیمت فی ڈبیہ خورد ۶-۱۲ ار فی ڈبیہ کلان ۴۰۔

عمدہ التعمیم سندھ مفت حکیم محمد حسین اینڈ پریورز مالکان کارخانہ مرہم عیسے نو لکھا ہوا رسالہ صحت بنا مفت

”ضروری استدعاء“

جن جن برادران طرفیت کسی انگریزی دوائی پٹینٹ یا پٹینٹ کی ضرورت ہو یا وہ کوئی انگریزی نسخہ تیار کرنا چاہیں اور اپنے مقامی اسٹیشن میں کسی انگریزی دوائی خانہ کے نہ ہو بلکہ انہیں کسی اور شہر آویا سنگوئی پڑوئے کسی آدجیکہ رکھنے کا اڈو یا فرنیچر سٹورس پشاور بازار قلعہانی سو سنگوئیں۔ یہ دکان میر متعلق ہے انہیں نقصان نہیں اور دکان کا فائدہ اور ایک بھائی کی مدد سے

المشہر۔ خواجہ کمال الدین وکیل پشاور

ضیاء الاسلام پریس دیان میں باہتمام حکیم مولوی فضلہ ریضانی طبع ہوا

میں۔ برادران کے صفحہ ۳۰ کی سطر ۱۳ میں بجائے فالحہ اللہ کے فالحہ اللہ غلطی سے لکھا گیا۔